امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 اپریل 2020ء بمطابق شعبان - رمضان المبارک 1441ھ ق شمارہ 2

سکاٹ میلر کی دھمکیوں کا ہدف کیا ہے؟

امریکی جرنیل دوحہ معاہدے کو کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

امریکا کے شیطانی جال اور ترکی کے مدبرانہ اقدامات

قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد

- اے امیر المومنین، آپ یاد آتے ہیں!
- روزہ اور صحت

رمضان اور موجودہ وقت کا تقاضا

کورونا؛ طالبان اور کابل انتظامیہ

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس ان رسول الله ﷺ مر على شجرة يابسة الورق فضربها بعصاه فتناثر الورق فقال ان الحمد لله وسبحان الله ولا اله الا الله والله اكبر تساقط ذنوب العبد كما يتساقط ورق هذه الشجرة (رواه الترمذي)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اپنا عصائے مبارک مارا تو اسکے سوکھے پتے جھڑ پڑے (اور ساتھ والوں نے وہ منظر دیکھا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر بندے کے گناہوں کو اسطرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے۔ (جامع ترمذی)۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۹/ اپریل ۲۰۲۰/ رجب ۱۴۴۱/ شمارہ ۱

مدیر اعلی: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ	50	روپے
سالانہ	500	روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

سکاٹ میلر کی دھمکیوں کا ہدف کیا ہے؟	2
امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ	4
قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ	6
امریکا کے شیطانی جال اور ترکی کے مدبرانہ اقدامات	8
امریکی جرنیل دوحہ معاہدے کو کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟	10
کورونا: طالبان اور کابل انتظامیہ	13
اے امیر المومنین، آپ یاد آتے ہیں!	15
امریکی جنرل کا نکتہ نظر	17
رمضان اور موجودہ وقت کا تقاضا	19
الزامات اور چیلنجز	21
امیر المومنین: مجسم آزادی	23
فکر و ثقافت بارے ہماری ذمہ داری	25
کرونا وائرس اور کابل انتظامیہ کے ہتھکنڈے	27
اشرف غنی: محتاط ڈاکو	29
امیر المومنین رحمہ اللہ کی زندگی	30
جھوٹے حکمرانوں کا ہر دعوی جھوٹا نکلا	32
قیدیوں کا تبادلہ اور کابل انتظامیہ کی بد عہدی	33
روزہ اور صحت	35
افغان فوجی کے نام!	37
قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹ کون؟	38
قیدیوں کی رہائی کا ذمہ دار کون	39
جنگی جرائم 2020	41
افغانستان مارچ 2020 میں	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

سکاٹ میلر کی دھمکیوں کا ہدف کیا ہے؟

افغانستان میں بیرونی افواج کے رہنما جنرل سکاٹ میلر نے 28 اپریل کو کابل کے کٹھ پتلی ادارے کے ایک فوجی مرکز کا معائنہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ طالبان اپنے حملوں میں کمی کریں، اگر طالبان اپنے حملے اسی طرح جاری رکھتے ہیں تو ہم اس کا جواب دیں گے۔

ایک جانب سکاٹ میلر کی دھمکیاں ہیں تو دوسری طرف دوحہ میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے اپنی تازہ ٹویٹ میں کہا ہے کہ صلح کے لئے امریکی نمائندہ خلیل زاد اور اس کی ٹیم نے امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب سربراہ ملا برادر اور ان کی ٹیم کے ساتھ ملاقات کی ہے جس میں قیدیوں کی فوری رہائی، بین الافغانی مذاکرات اور صلح میں کئے گئے معاہدے کی پاسداری سے متعلق تفصیلی بات چیت ہوئی۔

اسی طرح افغانستان کی تعمیر نو کے پروگرامات کے لئے امریکہ کے خصوصی نگران ادارے (سیگار) نے بھی اپنی تازہ ٹویٹ میں کہا ہے کہ امریکی وزارت خارجہ افغانستان کے مسلح افواج پر طالبان کی جانب سے ہونے والے حملوں کو معاہدے کی خلاف ورزی نہیں سمجھتا اور نہ ہی دوحہ میں ہونے والا معاہدہ طالبان کو تمام تر حملوں سے منع کرتا ہے جی ہاں! بالکل جیسا کہ امریکی وزارت خارجہ نے کہا ہے بالکل ایسا ہی ہے کیونکہ دوحہ میں ہونے والے معاہدے میں فائر بندی کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا ہے اس لئے کوئی بھی طالبان کو معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں کہہ سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ جب امریکی وزارت خارجہ طالبان کے حملوں کی صلح کی خلاف ورزی نہیں سمجھتا تو پھر بیرونی افواج کے سربراہ کو کیا ضرورت پڑی کہ وہ طالبان کو دھمکیاں دیتا پھرے؟

کیا ہم سمجھیں کہ امریکہ کے عسکری اور انتظامی رہنماؤں میں اختلاف ہے یا یہ کہ امریکہ قول و فعل میں تضاد اور منافقت کا شکار ہے؟

انتخاب سے قبل ٹرمپ کو شائد اس بات کا علم تھا کہ افغانستان کی جنگ امریکہ کے لئے جیتنا ممکن نہیں اس لئے امریکی عوام اس جنگ سے جان چھڑانا چاہتی ہے لہذا اس نے انتخابی کمپین کے دوران افغانستان سے فوج واپس بلانے اور اس جنگ کو ختم کرنے بارہا عوام سے وعدہ کیا تھا۔

امریکی صدر منتخب ہونے کے ابتدائی دنوں میں اس نے اپنے وعدوں کے مطابق کوشش کی کہ اس جنگ سے ہاتھ اٹھالے اور ہزاروں ملین ڈالر اور فوجیوں کی جانی نقصانات سے بچنے کے لئے کوئی حتمی فیصلہ کرے لیکن امریکہ کے مادی وسائل کے بھوکے اور متعصب فوجی اور سیاسی سربراہان نے اسے ورغلایا اور اس کی ایسی ذہن سازی کی وہ سب کچھ بھول گیا؛ انہوں نے ٹرمپ کو یقین دلایا کہ اگر افغانستان میں امریکی جنرلز کو فوجی کارروائیوں کے مکمل اختیارات اور بھاری رقوم دے دی جائیں تو ہم اس جنگ کو جیت سکتے ہیں، طالبان کو ختم اور پورے افغانستان پر قبضہ کر سکتے ہیں جس سے ہم اس ملک کے اربوں ڈالرز کی مالیت کے معدنی ذخائر نکال کر اپنے تمام تر جنگی اخراجات کی وصولی کر سکیں گے۔

بجائے اس کے کہ ٹرمپ نے بش اور اوبامہ کی ناکام جنگی پالیسیوں سے عبرت حاصل کر لی ہوتی اس نے آنکھیں بند کر کے ان مکار اور جنگ پسند افراد کی بات مان لی اور صدر منتخب ہونے کے تقریباً 7 ماہ بعد 22 اگست کو افغانستان اور جنوبی ایشیاء کے لئے اپنی نئی پالیسی کا اعلان کر دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ امریکی فوجی تب تک افغانستان میں رہیں گے جب تک کہ طالبان کو شکست نہیں ہو جاتی اور ہم افغانستان کی جنگ جیت نہیں جاتے۔

ٹرمپ نے اسی لالچ میں افغانستان میں مزید فوجی بھیجنے اور جنگی اخراجات میں اضافہ کا فیصلہ کیا۔

ٹرمپ کی نئی پالیسی کو عملی طور پر لاگو کرنے کے لئے بیرونی افواج کے سربراہ جنرل نکولسن کو ہزاروں کی تعداد میں نئے امریکی فوجی، تمام تر جنگی وسائل اور لامحدود اختیارات ملنے کے بعد اس نے کابل کے کٹھ پتلیوں سے مل کر افغان عوام پر ظلم و جبر کے تمام طریقے آزمانے شروع کر دیئے، گھروں پر چھاپوں اور بمباریوں کا ایک خونخوار سلسلہ شروع کیا گیا جس میں بڑی بے دردی کے ساتھ ہزاروں افغان خواتین، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کا قتل عام کیا گیا۔

لیکن اس سب کے باوجود بھی ٹرمپ کو دکھائے گئے خوابوں میں سے کسی ایک کی بھی تعبیر دکھائی نہیں دی۔ امریکی فوج ایک بالشت آگے بڑھ سکی نہ ہی افغان قوم اپنے ملک وملت کی آزادی کے لئے لڑنے سے سرمو پیچھے ہٹنے کو تیار ہوئے۔ اور نہ ہی طالبان کو ختم کرنے اور جنگ جیتنے کا خواب پورا ہو سکا۔

ٹرمپ سمجھ چکا تھا کہ اس کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے اس لئے اس نے افغانستان سے اپنی فوج نکالنے کے ارادے پر دوبارہ کام کرنا شروع کیا اور پہلی فرصت میں ان تمام لوگوں کو ذلت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے ہٹادیا جنہوں نے ٹرمپ کو افغان جنگ جاری رکھنے کے مشورے دیئے تھے چاہے وہ دفاع کے وزیر ہوں، افغانستان میں موجود بیرونی افواج کے سربراہان یا ٹرمپ کے مشیر۔

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امریکی فوج میں کئی ایسے جنرلز اب بھی موجود ہیں جو اپنے مادی فوائد کے حصول کے لئے افغان جنگ کی دوام چاہتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو مذاکرات سے قبل مذاکرات میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے طرح طرح کے شوشے چھوڑا کرتے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے مذاکرات روکنے کے لئے کارروائیاں تیز کرلی تھیں اور عام شہریوں کے قتل عام کررہے تھے لیکن چونکہ امارت اسلامیہ کے رہنما امریکی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ قریب سے رابطے میں تھے اس لئے سمجھ رہے تھے کہ یہ امریکی پالیسی نہیں بلکہ جنگ پسند جنرلز کی کارستانی اور بدنیتی ہے اس لئے ٹرمپ کی طرح دھوکہ میں نہیں آئے، مذاکرات کو روکا نہیں بلکہ امارت اسلامیہ کے فدائیوں نے بڑی دلیری کے ساتھ اس وحشت و سربریت کا جواب بھی دیا اور سیاسی رہنماؤں نے امریکہ کے ساتھ مذاکرات کو بھی جاری رکھا۔

یہی وہ فوجی سربراہان تھے جو امارت اسلامیہ کے جوابی کارروائیوں کو مذاکرات کے لئے نقصان دہ سمجھ رہے تھے اور اس طریقے امریکی سربراہوں کی سوچ بدلنے کی کوشش کرتے تھے جس میں ایک دفعہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تھے کہ کابل میں ایک چھوٹے سے واقعہ کو بنیاد بنا کر ٹرمپ نے مذاکرات کو روک دیا تھا لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لئے اپنی ٹیم دوحہ روانہ کردی، جس کی وجہ سے مذاکرات کا عمل دوبارہ شروع ہوا اور بالآخر موجودہ معاہدہ وجود میں آگیا اور افغان عوام کو تھوڑا سکھ کا سانس لینا نصیب ہوا۔

لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ امریکی جنرلز اور ان کو شاباس دینے والے اسلحہ ساز کمپنیوں کے مالکان ابھی تک اپنی شرانگیزیوں سے باز نہیں آئے اور چاہتے ہیں کہ کسی بھی قیمت پر اس معاہدہ کو ختم کرنے کے لئے راستہ ہموار کرلیں اس لئے انہوں نے ایک طرف کٹھ پتلی فوجیوں کے ساتھ مل کر عام شہریوں کے قتل عام، گھروں پر چھاپوں اور بمباریوں میں اضافہ کردیا ہے اور طالبان کی جانب سے جوابی کارروائیوں پر دھمکیاں دیتے ہیں جبکہ دوسری طرف کابل کے کٹھ پتلی ادارے سے ایسے کام کروانے کی کوشش کررہے ہیں جن سے اس معاہدہ کو سبوتاژ کرسکیں۔

جلد از جلد طالبان قیدیوں کی رہائی اس معاہدے کا ایک اہم حصہ تھا لیکن باوجود اس کے کہ ان قیدیوں کو کرونا لگنے کا خطرہ ہے یہ غلام ادارہ اس بارے میں کسی قسم کی ذمہ داری ادا نہیں کررہا ہے۔

امارت اسلامیہ کی قیادت شرعی اصول کے پیش نظر دشمن کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اس لئے اپنی طرف سے اس معاہدہ کو توڑنے نہیں دیتی اور اگر جانب مخالف اس معاہدہ کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ دشمن کے خلاف تو مقدس جہاد جاری ہے

اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ امریکی فوج کا حوصلہ اتنا گر چکا ہے کہ اب وہ مزید مجاہدین کے مقابل لڑنے کی سکت نہیں رکھتے، اسی طرح افغان عوام کے ہاں کابل ادارہ مکمل طور پر ناقابل اعتبار ہے اور کابل ادارے کے فوجی اہلکار جوق در جوق طالبان کے سامنے سر تسلیم خم کررہے ہیں۔

دوسری طرف مجاہدین کا حوصلہ آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے جو کہ امارت اسلامیہ کے لئے قابل صد اطمینان و مسرت ہے اور ان شاء اللہ دشمن کو اس میدان میں شکست ویسے بھی یقینی ہے۔

امریکی سیاسی رہنماؤں کی طرف سے معاہدے کی پاسداری کا عزم اچھی نیت کا اظہار اور اعتماد کی فضا قائم کرنے میں ایک مثبت قدم ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ امریکہ عملی میدان میں بھی اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری نبھائے۔

امریکہ کو چاہئے کہ وہ حقائق کا ادارک کرلے اور اپنے فوجی رہنماؤں کو گزشتہ 19 برسوں کی طرح وقت ضائع نہ کرنے دیں۔

اگر امریکہ واقعی اس معاہدہ پر عمل پیرا ہونے میں سنجیدہ ہے تو اسے چاہئے کہ عام شہریوں پر بمباری اور وحشتناک چھاپوں کا سلسلہ بند کرے، اپنے فوجیوں کی غیر ذمہ دارانہ بیانات کی روک تھام کرے اور کابل ادارے کو پانچ ہزار طالبان قیدیوں کی رہائی کا پابند بنائے۔

اگر امریکہ ایسا نہیں کرتا تو معاہدے کو نقصان پہنچنے کی تمام تر ذمہ داری امریکہ پر ہوگی۔

امیر المومنین ملا محمدؐ عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ ہمدرد

23 اپریل عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ہے۔ رواں سال ان کی وفات کی ساتویں برسی منائی جارہی ہے۔ بلاشبہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے انتہائی مشکل اور گھمبیر حالات میں بدامنی اور فساد کے خلاف جہاد کیا۔ افغان عوام کو ظلم، چوروں اور ڈاکوؤں سے نجات دلائی۔ جب نجیب اللہ کمیونسٹ حکومت کا خاتمہ ہوا اور مجاہدین کابل میں داخل ہوئے تو ہر مومن افغان کے دل میں یہ تمنا تھی کہ اسلامی نظام نافذ ہو۔ دوسرا یہ کہ افغانستان میں پر امن ماحول میں ترقی کا دور شروع ہو۔ افسوس کہ بہت جلد عوام کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ مجاہدین کے نام پر چند خود غرض رہنماؤں نے اقتدار کی رسہ کشی کے لیے جو قتل عام کیا، وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔

صوبوں، اضلاع اور دیہاتوں میں چھوٹے چھوٹے حکمران پیدا ہو گئے۔ انہوں نے قوم کا خون بہایا اور ہر سمت بدامنی پھیل گئی۔ کوئی بھی اپنے گھر یا بازار میں محفوظ نہیں تھا۔ ان بدانتظامیوں کے خلاف آواز اٹھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ دن دیہاڑے عام شاہراہوں پر لوگوں کو لوٹا جاتا تھا۔ خواتین کی عزت محفوظ نہیں تھی۔ کسی کو بھی ان جرائم پیشہ عناصر کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت نہیں تھی۔ کم عمر لڑکے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ سرمایہ کاروں کا سرمایہ محفوظ نہیں تھا۔ جگہ جگہ کسٹم اہل کار تاجروں سے بھتہ لیتے اور رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں تاجروں پر تشدد کیا جاتا تھا۔

ملا محمد عمر مجاہد اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ انہوں نے اس سے نمٹنے کے لیے قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سنگ حصار سے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ جاگیرداروں کے خلاف اپنے درجنوں طالبان ساتھیوں سمیت جہاد شروع کیا۔ شروع میں ان کے محض پانچ ساتھی مسلح تھے۔ انہوں نے میوند کے مرکز 'کشک نخود' کے قریب ایک پرانے اسکول میں اپنا مرکز قائم کیا۔ قندھار ہرات قومی شاہراہ پر موجود سرکش کمانڈروں کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا۔ انہوں نے بہت جلد کامیابی حاصل کی اور مختصر عرصے میں قندھار کے اہم اضلاع میوند، ڈنڈ وغیر پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اسپین بولدک پر حملہ کر کے اسے بھی کنٹرول میں لے لیا۔ چند دن کے بعد قندھار ہوائی اڈے کا کنٹرول حاصل کر لیا۔ انہوں نے قندھار شہر کے مرکز پر قبضہ کر لیا اور صوبہ قندھار کے تمام اضلاع سے باغیوں کا صفایا کر دیا۔

قندھار شہر اور دیگر اضلاع فتح ہونے کے بعد پہلی بار قندھار کے عوام نے سکھ کا سانس لیا۔ اس تاریخی شہر کو بدامنی اور جاگیرداروں کے ظلم سے نجات ملی۔ قندھار کے عوام نے پرامن ماحول میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ قندھار فتح کرنے کی خبر ملک کے اندر اور باہر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ قندھار کے پڑوسی صوبوں سے علمائے کرام، بااثر افراد اور جہادی کمانڈروں کے مختلف وفود آئے۔ انہوں نے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ سے ملاقاتیں کیں۔ ان کی تحریک بارے آگاہی حاصل کی اور اپنے صوبوں کے دورے کی دعوت دی۔ دینی مدارس میں چھٹی ہو گئی تو طالب علم جوق در جوق اس تحریک میں شامل ہونے لگے۔ طالبان نے کسی بڑی مزاحمت کے بغیر اروزگان، ہلمند اور زابل پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ طالبان نے ان صوبوں میں گرفت مضبوط کرنے کے بعد اپنی کارروائیاں فراہ، نیمروز اور دیگر صوبوں تک بڑھادیں۔ ہرات تک تمام صوبے فتح کرنے کے بعد تحریک نے پکتیا، پکتیکا اور خوست کا رخ کیا۔ مقامی کمانڈروں اور جہادی رہنماؤں کی حمایت سے بہت جلد ان صوبوں پر بھی کنٹرول حاصل ہو گیا۔ طالبان کا قافلہ غزنی فتح کرنے کے بعد میدان شہر اور لوگر پر بھی اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکا تھا۔ حزب اسلامی کے اہم مرکز چہار آسیاب بھی طالبان کے زیر کنٹرول آگیا۔ گل بدین حکمت یار چہار آسیاب سے سروبی منتقل ہوئے اور وہاں بدنام زمانہ کمانڈر زردار کے زیر سایہ پناہ لے لی۔

1994 میں اٹھنے والی تحریک نے 1996 میں دارالحکومت کابل پر امن کا سفید پرچم لہرادیا۔ قندھار میں 1500 جید علمائے کرام نے ملا محمد عمر مجاہد کو امیر المومنین کا لقب دیا اور اسلامی تحریک کا نام تبدیل کر کے 'امارت اسلامیہ افغانستان' رکھ دیا۔ امارت اسلامیہ نے مشرقی صوبے فتح کرنے کے بعد ملک کے 95 فیصد حصے پر کنٹرول حاصل قائم کر لیا۔ بدامنی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ عوام نے اسلام کے عادلانہ نظام کے زیر سایہ پرامن زندگی سے لطف اٹھایا۔ ملک بھر میں مثالی امن قائم ہوا۔

جب کابل میں کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد جہادی گروپوں نے ایک دوسرے کے خلاف مسلح جنگ کا آغاز کیا تو تب دینی مدارس میں زیر تعلیم طالب علم اس صورت حال سے بہت پریشان تھے۔ وہ ہمیشہ اس سے نمٹنے کے لیے سوچتے

تھے۔ کسی تحریک کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ باہم تبصرے کرتے اور حالات بہتر بنانے کے لیے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے۔ چناں چہ جب قندھار سے ملا محمد عمر مجاہد کی سربراہی میں تحریک کی آواز سنی گئی تو دینی مدارس کے طالب علم بغیر کسی تاخیر کے وہاں پہنچے اور تحریک میں شامل ہوگئے۔ ان قافلوں میں افغانستان کے تمام صوبوں کے طالب علم شامل تھے۔ طالبان کسی مخصوص قوم یا صوبے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ وہ ہر صوبے، ہر قوم اور ہر نسل سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ سب نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے تعلیم کا سلسلہ چھوڑ کر کے مسلح جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ بہت جلد ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی تحریک میں ہزاروں طالب علم شامل ہوگئے۔ انہوں نے ملک بھر میں عملاً اسلامی نظام نافذ کیا۔

دینی مدارس کے طالبان کی تعداد بڑھنے سے ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی تحریک نے قومی اسلامی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے تھوڑے عرصے میں بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ ملا محمد عمر مجاہد نے مختلف صوبوں اور مختلف اقوام کے لوگوں اور طالبان کو تحریک میں شامل کیا۔ عوام نے بھی امارت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ ملا محمد عمر مجاہد نے مختلف قسم کے طالبان کو اکٹھا کیا اور انہیں منظم کیا۔ ان سب کو ایک مشترکہ ہدف اور مقصد دیا۔ انہوں نے 95 فیصد حصے پر اپنی رٹ قائم کر کے امن اور انصاف کا بول بالا کیا۔ بلا شبہ یہ کام چھوٹا اور آسان نہیں تھا۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ بہت جدوجہد سے مختصر عرصے میں تمام علمائے کرام کا اعتبار بھی بحال رکھا اور عملاً اسلامی نظام بھی نافذ کیا۔ ظاہر ہے ان کی شخصیت میں کچھ ایسی خوبیاں تھیں، جن کی بدولت اللہ تعالی نے انہیں اپنے مشن میں سرخ رُو کیا۔ ان کی عبقری اور جوہری شخصیت کی خصوصیات ذیل میں درج ہیں:

- ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ علیہ ایک مخلص اور متوکل انسان تھے۔ وہ اللہ کے سچے اور دین کے خادم تھے۔ وہ اللہ پر مکمل یقین رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس زمانے میں بھی عملی طور اسلامی نظام نافذ کر کے دکھایا۔
- ملا محمد عمر مجاہد نہایت عقل مند، دور اندیش اور ہوشیار رہنما تھے۔ اتنی بڑی تحریک کی قیادت کرنا، ہر لمحہ آزمائش سے دوچار ہونا، ہر شخص سے اس کی استعداد کے مطابق کام لینا، وقت اور حالات کے مطابق فیصلے کرنا معمولی بات نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے وہ اپنی ذات کے اندر انجمن تھے۔ وہ ایک باخبر انسان تھے۔
- وہ بہادر اور دلیر تھے۔ انہوں نے خالی ہاتھ تحریک کا آغاز کیا۔ اپنے تمام مخالفین کو شکست دے کر نئی تاریخ رقم کی۔ انہوں نے اپنے اسلاف کی مثال زندہ کی۔ یہ سب کچھ بہادری، جرات، پختگی ایمان اور شجاعت کی علامات ہیں۔ جنگ کے فیصلے کرنے میں بڑی ہمت اور بہادری کی ضرورت ہوتی ہے۔ بزدل شخص کبھی بھی جنگی فیصلے نہیں کر سکتا ہے۔
- وہ بے ناز انسان تھے۔ اقتدار پرست نہیں تھے۔ اگر خدانخواستہ وہ اقتدار پرست ہوتے تو وہ بھی دیگر حکمرانوں کی طرح اپنے اور اہل خانہ کے لیے بہت سی دنیاوی خواہشات اور لذتیں حاصل کرنے کے اسباب پیدا کر لیتے۔ دنیا کی اعلی منڈیوں سے مہنگی چیزیں خریدتے۔ جب کہ ملا محمد عمر مجاہد نے ایک سادہ زندگی اختیار کی تھی۔ وہ سادہ کھانا، سادہ لباس اور آسان لہجے میں بات کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ دبدبے والے بارعب انسان تھے۔
- اگر ملا محمد عمر کا ہدف اس دنیا میں رہنا ہوتا تو وہ دنیا کی عظیم طاقتوں کے ساتھ مل کر دینی معاملات پر سمجھوتہ کرتے اور ہمیشہ اقتدار میں رہتے۔ انہوں نے اپنے اصولی موقف پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ انہوں نے ایک مہمان کو امریکا کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اسلامی نظام پر سمجھوتہ کرنے سے نکار کر دیا۔ انہوں نے اپنی سلطنت خطرے میں ڈال کر پہاڑوں کا رخ کرنے کو ترجیح دی۔ وہ مرتے دم اپنے موقف پر قائم رہے اور کامیاب ہوئے۔ ان کے مخالفین بھی ان کے جہاد اور صداقت کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ دشمن کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے۔ انہوں نے دشمن کی فرمائش کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ ان کے دباؤ کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے عزت کی زندگی کو ترجیح دی۔

انہوں نے عام لوگوں پر احسان کرنے کے علاوہ ملک کو تقسیم ہونے سے بچایا۔ اسلامی نظام کی بنیاد رکھی اور مثالی امن قائم کیا۔ کرپشن اور منشیات کا تصور ختم کیا۔ ملک بھر میں حکومتی رٹ قائم کی۔ افغانستان کے مذہبی طبقے (علما اور طالبان) پر بھی بڑا احسان کیا۔ انہیں متحد کر کے جہادی اور سیاسی صف میں شامل کیا۔ صوبوں اور مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور طالبان کو منظم کیا۔ ان کے مابین نفرتوں اور تعصبات کا خاتمہ کیا۔ آج خطے اور دنیا میں ایسی کوئی تنظیم اور معاشرہ موجود نہیں ہے، جس میں ملک کے تمام علما اور طالبان موجود ہوں۔ ماضی میں جب طالبان علوم نبویہ کے حصول سے فارغ ہوتے تھے تو وہ مسجد تک محدود رہتے تھے۔ ملک کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی میں ان کا کوئی خاص کردار نہیں تھا۔ تاہم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اپنی دانش مندی اور بصیرت سے علما اور طالبان کو ایک ایسی سیاسی اور جہادی قوت عطا کی، جب تک اس تحریک کے رہنما اپنے مشن سے انحراف نہیں کریں گے، تب تک یہ تنظیم متحد اور منظم رہے گی۔ علمائے کرام بھی اس قوم اور امت کی قیادت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ علمائے کرام اور طالبان اس تحریک کے ذریعے اپنے قومی، دینی، معاشرتی اور سیاسی فرائض سرانجام دے سکیں گے۔ ان شاء اللہ

قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ

سیف العادل احرار

قطر معاہدے میں قیدیوں کے تبادلے بارے واضح لکھا ہے کہ 'دس مارچ سے قبل طرفین کی جانب سے امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدی اور کابل انتظامیہ کے ایک ہزار قیدی رہا کیے جائیں گے۔ اس کے بعد بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہوگا۔ معاہدے کے اگلے روز کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے معاہدے سے رُوگردانی کرتے ہوئے قیدیوں کی رہائی سے انکار کردیا۔ جب کہ حسب توقع انہوں نے جلد ہی یوٹرن لیا اور 9 مارچ کو تقریب حلف برداری سے خطاب کے دوران 10 مارچ کو قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے صدارتی حکم جاری کیا۔ انہوں نے اگلے روز پھر قیدیوں کی مشروط رہائی کا حکم جاری کردیا، جس کے مطابق 13 مارچ کو پہلے مرحلے میں 15 سو قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع کیا جائے گا۔ 13 مارچ گزر گئی اور قیدیوں کی رہائی نہ ہو سکی۔

امریکی دباؤ پر قیدیوں کی رہائی سے متعلق کابل انتظامیہ اور امارت اسلامیہ کے درمیان امریکا، قطر اور ہلالِ احمر کی موجودگی میں تین بار ویڈیو کانفرنس ہوئی۔ آخری بار 26 مارچ کو ویڈیو کانفرنس میں اتفاق کیا گیا کہ امارت اسلامیہ کا ایک وفد کابل جائے گا، جہاں قیدیوں کی تصدیق سے متعلق امور انجام دے گا۔ 31 مارچ سے قیدیوں کے تبادلے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ 29 مارچ کو امارت اسلامیہ کا تین رکنی وفد کابل پہنچا اور قطر کی میزبانی میں ایک ہفتہ وہاں ٹھہرا۔ اس دوران امارت کے وفد اور کابل انتظامیہ کے درمیان متعدد بار قیدیوں کی رہائی سے متعلق دیگر امور پر نشستیں ہوئیں۔ افسوس کہ کابل انتظامیہ نے لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے قیدیوں کے خالص انسانی موضوع کو بھی سیاست کی نذر کر کے امن عمل میں دراڑ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے غیر ضروری شرائط عائد کر کے قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹ پیدا کی، جس پر امارت اسلامیہ نے اپنا وفد واپس بلا لیا۔ امارت نے امریکا پر زور دیا کہ وہ معاہدے کی پاس داری کرتے ہوئے قیدیوں سے متعلق اپنا وعدہ پورا کرے۔ دو دن بعد امریکی دباؤ پر اچانک قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع ہوا اور پانچ دن کے دوران کابل انتظامیہ نے امارت اسلامیہ کی تصدیق کے بغیر 361 قیدیوں رہا کر دیے، جب کہ امارت اسلامیہ نے بھی قندھار اور لغمان میں افغان فورسز کے 60 اہل کار رہا کر دیے۔

جب ایک معاملے پر معاہدہ ہو چکا ہے تو اس میں چوں وچراں کرنے اور تاخیری حربے استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟! صاف ظاہر ہے اشرف غنی پانچ سال تک منصبِ صدارت پر فائز رہنے کے لیے امن کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ جارحیت کے خاتمے کے حوالے سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ امریکا اس بے مقصد جنگ سے تھک چکا ہے۔ اب امریکا کی پالیسیوں میں بھی نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ امریکا اس نتیجے پر پہنچ گیا ہے کہ اگر مزید 20 برس تک افغانستان میں جنگ جاری رہے تو کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ غیر ضروری طور پر یہ لاحاصل جنگ جاری رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے امریکا نے اعتراف کیا ہے کہ افغان تنازع کا کوئی فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ اسے سیاسی ڈائیلاگ سے حل کیا جائے گا۔ اسی لحاظ سے اس نے امارت اسلامیہ کی عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کرتے ہوئے معاہدہ کیا ہے۔

اب کابل کی جانب سے امن عمل کو سبوتاژ کرنے کے لیے سازشیں ہو رہی ہیں۔ وہ مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں، تاکہ امن منصوبہ ناکامی کا شکار ہو جائے، تاکہ وہ آرام سے پانچ سال پورے کریں۔ وہ اسی لیے قیدیوں کے معاملے پر نہ صرف سیاست چمکا رہے ہیں، بلکہ منفی ہتھکنڈے بھی استعمال کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک طے شدہ معاملے پر کابل حکام عمل درآمد نہیں کر سکتی اور رخنہ ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے تو جو معاملات ابھی حل طلب ہیں اور ان پر بات چیت شروع نہیں ہوئی، مثلاً آئین، ملک کا سیاسی نظام، طرز حکومت وغیرہ... ان معاملات پر کابل حکام کتنے تاخیری حربے استعمال کریں گے۔ یہ سوال بھی اہم ہے کہ امریکا قیدی رہا کروانے کے معاملے پر ناکام کیوں ہے؟ خدشہ یہ ہے کہ اگر امریکا کی رضامندی شامل نہ ہو تو کابل حکام تاخیری حربے استعمال نہیں کر سکتے۔ کیا اشرف غنی میں یہ جرات ہے کہ وہ طے شدہ معاملات کے خلاف رکاوٹ پیدا کر سکیں؟ کیا کابل حکام امریکا کی رضامندی کے بغیر معاہدے سے راہ فرار اختیار کر سکتے ہیں؟

تلخ حقیقت یہ ہے کہ جب سے امارت اسلامیہ اور امریکا کے مابین معاہدہ ہوا ہے، تب سے کابل انتظامیہ کی حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کی ساکھ ختم ہو گئی ہے۔ اگرچہ کچھ ممالک کی مدد سے نام نہاد انتخابات کے ذریعے اس کی حیثیت جزوی طور بحال کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن انتخابات سے مزید بحران پیدا ہوا اور پہلی بار ملک میں دو افراد نے حلف اٹھایا، جو نہ صرف ملک کی بدنامی کا باعث ہے، بلکہ تاریخی لحاظ سے بھی ذلت ہے۔ اب یہ بحران اتنا سنگین ہو چکا ہے کہ امریکا بھی کابل انتظامیہ کے باہمی اختلافات سے تھک گیا ہے۔ اب کابل حکام سیاست چمکانے اور اپنی کھوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے قیدیوں کے طے شدہ معاملے پر تاخیری حربے استعمال کر رہے ہیں۔ طالبان نے کبھی بھی کابل انتظامیہ سے قیدیوں کی رہائی کی بھیک نہیں مانگی ہے۔ امریکا کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اور اسی معاہدے کے تحت تمام قیدی رہا ہو جائیں گے۔ کیوں کہ زیر حراست افراد میں سے بیشتر امریکی فوج نے چھاپوں میں گرفتار کر کے کابل انتظامیہ کے سپرد کیے ہیں۔ لہذا جس نے گرفتار کیا ہے، وہ رہائی کا ذمے دار ہے۔

بین الاقوامی انسانی قوانین اور جنیوا کنونشن کے تحت زیر حراست افراد کو بطور ڈھال استعمال کرنا ممنوع ہے۔ ایسا لگتا ہے کابل انتظامیہ اقتدار کے آخری مراحل میں ان معاہدوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتی، لیکن اس کے دن گنے جا چکے ہیں۔ لہذا جو بھی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرے گا، وہ ملک میں ہونے والے واقعات کا ذمے دار ہوگا۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف علاقوں میں جنگ کی شدت میں اضافے کے ذمہ دار بھی وہی لوگ ہوں گے، جو امن عمل کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ کی جدوجہد آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہے۔ کابل انتظامیہ نے پانچ سال قبل امریکا کے ساتھ جو معاہدہ کیا، دوحہ معاہدے کے بعد اس کی اہمیت ختم ہو گئی ہے۔ کوئی یہ سمجھے کہ امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کابل انتظامیہ کی بقا کے لیے جواز ہوگا، ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کابل انتظامیہ نے جارحیت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ امریکی جارحیت کے زیرِ سایہ پلنے والے ادارے کا کوئی شرعی، قانونی اور اخلاقی جواز نہیں ہے۔ جارحیت کے خاتمے کے ساتھ اس عوام دشمن ادارے کی مدت بھی ختم ہو جائے گی۔ بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں ایک متفقہ اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا، جسے پوری قوم کی تائید حاصل ہوگی۔ ہمیں یقین ہے قیدی رہا کیے جائیں گے۔ ان کی تاخیر سے چند دن عارضی طور کابل حکام کو فائدہ تو ہوگا، لیکن انہوں نے جو منصوبے بنائے ہیں، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان حربوں کے ذریعے کابل انتظامیہ کو پانچ سال مزید قوم پر مسلط رہنے کا موقع نہیں مل سکتا۔

امریکہ کے شیطانی چال اور ترکی کے مدبرانہ اقدامات

حسن مہمند

قارئین کے علم میں ہوگا کہ گزشتہ سال 9 اکتوبر کو ترکی نے شام کے اس علاقے پر حملہ کیا جہاں کردوں کی اکثریت ہے۔

ترکی نے یہ حملہ اس وجہ سے کیا کیوں کہ شام کے کردوں کی مسلح تنظیم P.K.K کے ترکی کے کردوں کی مسلح تنظیم کے ساتھ تعلقات ہیں۔

ترکی کا کہنا ہے کہ P.K.K کو امریکا اور اسرائیل کی طرف سے ملنے والی عسکری اور مالی امداد شام اور عراق کے کردوں کی مدد سے بھیجی جاتی ہے۔

ترکی کے کل 90 اضلاع میں سے 21 اضلاع میں کردوں کی اکثریت ہے۔ کردوں کی P.K.K نامی مسلح تنظیم ترکی میں بھی فعال ہے اور مختلف اوقات میں ترکی کے عسکری اور دوسرے قومی اداروں پر بڑے حملے کیے ہیں۔ دونوں جانب کو ایک دوسرے پر حملوں کے دوران بھاری جانی نقصانات اٹھانا پڑے ہیں۔ چونکہ ترکی کی فوج مضبوط اور منظم ہے اس لیے P.K.K کو ترکی میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اور ان کا ترکی سے آزادی کا خواب ادھورا رہ گیا ہے۔

شام پر ترکی نے ایسے وقت میں حملہ کیا جب یہاں سے امریکا نے اپنے فوجی نکالنے کا فیصلہ کیا اور کردوں کی امداد سے بھی انکار کیا، حالانکہ 2003ء میں عراق پر حملے کے دوران کردوں نے ہر قدم پر امریکا کا ساتھ دیا تھا۔ شمالی عراق کے کرد امریکا کے خلاف شروع ہونے والے جہاد کو کمزور کرنے کے لیے مجاہدین کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ کردوں کی عسکری تنظیم پیش مرگہ نے متعدد علاقوں میں سنی عرب مسلمانوں کا قتل عام بھی کیا۔

یاد رہے کہ شام کے شمالی علاقوں سے امریکی فوج کے انخلاء کے ساتھ ہی اسرائیل نے کردوں کی حمایت کا اعلان کیا اور یہی ترکی کے لیے سب بڑی سازش تھی۔

شام سے امریکا کا انخلاء اور ترکی کے لیے میدان خالی کرنے کا مقصد ترکی کو کردوں، بشارالاسد، پاسداران انقلاب، حزب اللہ اور روس کے ساتھ جنگ میں دھکیلنا ہے۔ تاکہ سعودی کی طرح ترکی بھی ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں پھنس جائے۔ لیکن ترکی امریکا اور اسرائیل کے ارادوں کو اچھی طرح بھانپ چکا ہے اور امید ہے کہ وہ ان کے شیطانی جال میں نہیں پھنسے گا۔

شام سے امریکی فوج کے انخلاء کے بعد روس اور ترکی دو بڑی فوجی طاقتیں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہیں۔ اور دونوں مختلف مسلح تنظیموں کے پیچھے کھڑے ہیں۔

روس بشارالاسد کے پیچھے کھڑا ہے اور اسے ہر قسم کی عسکری اور مالی امداد مہیا کر رہا ہے جبکہ ترکی بشارالاسد کے مخالف اپوزیشن کی حمایت کر رہا ہے۔ اور یہی نکتہ ان دونوں ممالک کے درمیان اختلاف کی وجہ بن رہا ہے۔ اور امریکا بھی اسی اختلاف کو لے کر شام میں روس اور ترکی کو لڑانے کی کوشش میں ہے۔

ترکی دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں سب سے زیادہ شامی مہاجرین نے پناہ حاصل کی ہے۔ اس لیے ترکی کوشش ہے کہ وہ دوسرے ممالک کی نسبت زیادہ حقدار ہے کہ وہ شام میں مہاجرین کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے ایک محفوظ زون قائم کرے۔

لیکن چونکہ شام میں روس کا اثر و رسوخ زیادہ ہے اس لیے ترکی روس کے ساتھ کشیدگی نہیں چاہتا اور اس کی حمایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

2017ء میں اسی موضوع پر روس اور ترکی کے درمیان سوچی اور آستانہ میں متعدد مرتبہ گفت وشنید بھی ہوئی جس کے نتیجے میں شام کے تین صوبوں حمص، ادلب اور حلب کے مشترک علاقوں میں محفوظ زون قائم کرنے پر اتفاق ہوا تھا۔

لیکن حزب اللہ، ایران اور روس کی مدد سے جب اسد کی فوج نے شام کے مختلف علاقے اپنے مخالفین سے چھین لیے تو روس اور ترکی کے درمیان ہونے والے معاہدے کی بھی پرواہ نہیں کی اور گزشتہ سال دسمبر میں ادلب پر بھی حملے شروع کیے اور اس عسکری تنظیموں پر بھی حملے شروع کیے جو ترکی کے حامی سمجھے جاتے ہیں۔

اسی سلسلے میں جب اسدی فوج نے گزشتہ ماہ ادلب پر زمینی حملہ کیا تو روسی جنگی طیاروں نے فضائی بمباری بھی کی۔ یہ حملہ 26 فروری کو کیا گیا جس میں ترکی کے 34 فوجی شہید ہوئے۔ اس حملے کے بعد ترکی نے بھی بدلہ لینے کی دھمکی دی۔ اور بعد میں لبنان کے شیعہ ملیشیا حزب اللہ، ایران کے پاسداران انقلاب اور اسدی فوج پر بمباری کی جس کے نتیجے میں ان کے 27 جنگجو ہلاک ہوئے۔

شام میں جاری جنگ میں یہ ترکی کو پہنچنے والے سب سے زیادہ نقصانات ہیں جو ایک حملے میں انہیں پہنچے ہیں۔

اسدی فوج اوران کے اتحادی بڑی تیزی سے آگے بڑھتے رہے اور روسی فضائی قوت کی مدد سے ادلب کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اس ترکی کے 34 فوجی بھی انہی حملوں میں مارے گئے۔

اس حملے کے بعد روس کے وزارت دفاع نے کہا کہ ترک فوج کے اہلکار حکومت مخالف جنگجوؤں کے درمیان موجود تھے اور غلطی سے بمباری کا نشانہ بنے۔ ترکی نے یہاں اپنے فوجیوں کی موجودگی کے بارے میں روس کو اطلاع نہیں دی تھی۔ روس کا کہنا ہے کہ ترکی کی جانب سے ہمیں موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق وہاں ترکی فوجیوں کو موجود نہیں ہونا چاہیے تھا روس نے ان علاقوں پر بمباری نہیں کی جہاں ترک فوج کے مراکز ہیں۔

ترکی نے اس حملے کے بارے میں روس کے موقف کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ان کے ملک نے فیصلہ کیا ہے کہ اسدی فوج کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔

اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکا نے ترکی پر دباو ڈالتے ہوئے کہا کہ روس سے فضائی اور زمینی دفاعی نظام کی خریداری کے معاہدے منسوخ کرے لیکن ترکی نے کمال ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے امریکا کے اس دباو کو خاطر میں نہیں لایا اور اس پر مکمل خاموشی اختیار کرلی۔

اس طرح روس اور ترکی کے درمیان کشیدگی کچھ کم ہوئی۔

ترک اور روسی فوج ادلب میں آمنے سامنے کھڑی تھیں مغربی قوتوں نے دونوں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکانے کی بھرپور کوشش کی لیکن دونوں ممالک کے سربراہوں نے عقل سے کام لیتے ہوئے جنگ کا راستہ روکا۔ روسی صدر پیوٹن نے ترک فوجیوں پر حملے کی مذمت اور ترکی کے ساتھ ان کی فوجی اہلکاروں کی شہادت پر طیب اردگان سے تعزیت کی اور کہا کہ ہماری لاعلمی کی وجہ سے ترک فوج حملے کا نشانہ بنی، یہ ایک بڑا سانحہ ہے اور ہم اس سانحے پر ترکی کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

پیوٹن نے یہ اعتراف بھی کیا ترکی کے جوابی حملوں میں شامی فوج کو بھاری جانی نقصانات اٹھانا پڑے۔

اس مسئلے کے بارے میں طیب ارگان اور پیوٹن کے درمیان ملاقات تین گھنٹے تک جاری رہی جس میں شام کے مغربی علاقوں کی صورتحال پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

ملاقات کے دوران پیوٹن نے کہا کہ ادلب کے حالات ایسے ہوگئے ہیں جس کے بارے میں ہمیں مسلسل اور براہِ راست تبادلہ خیال کی ضرورت ہے۔

جواب میں طیب اردگان نے کہا کہ "ادلب کے حالات کا ہمیں اچھی طرح علم ہے اس لیے ہم نے بھی براہِ راست گفت وشنید کی ضرورت محسوس کی"

دونوں ممالک کے سربراہان کے درمیان طویل ملاقات کے بعد دونوں ممالک کے وفود بھی گفتگو میں شریک ہوئے اس دوران طیب اردگان نے ادلب میں حالات کی بہتری کی امید ظاہر کی اور کہا کہ روس اور ترکی کے تعلقات مثالی ہیں اور ہم اس میں مزید بہتری کے خواہش مند ہیں۔

یاد رہے کہ شام کے شہر ادلب میں ترکی کے 7000 فوجی موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی تک شام میں شہید ہونے ترکی فوجیوں کی تعداد 100 تک پہنچ گئی ہے۔

ترکی اور روس کے درمیان ملاقات ایسے وقت میں ہوئی جہاں امریکا اور نیٹو نے شام میں روس کی مخالفت کرتے ہوئے ترکی کی حمایت کا اعلان کیا تھا اور 3 مارچ کو امریکی سفیر اور شام کے لیے امریکا کے خصوصی ایلچی نے بھی ادلب کا دورہ کیا تھا۔

امریکا نے فروری سے اب تک کئی بار شام کے معاملے میں ترکی کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

شام کے حالات کو قریب سے دیکھنے والے تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ امریکا اور مغرب کی یہی کوشش تھی کہ اپنے دونوں دشمنوں روس اور ترکی کو شام مین خونریز جنگ کے ذریعے لڑادے۔ لیکن ترکی کے صدر اس سازش سے لاعلم نہیں تھے اس لیے تدبر سے کام لیتے ہوئے ایک طرف ملک کو جنگ سے بچایا بلکہ اپنے مقام اور حیثیت کو بچاتے ہوئے روس کو بھی تعزیت اور معافی لینے پر مجبور کیا۔

پانچ سال قبل بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کی وجہ سے روس اور ترکی کے درمیان جنگ کا خطرہ پیدا ہوا تھا لیکن اس وقت روس نے تحمل کا مظاہرہ کیا اور جنگ ٹل گئی۔

24 نومبر 2015ء کو شام اور ترکی کے سرحدی علاقے میں ترکی کی فضائیہ نے روس کا ایک جنگی طیارہ مار گرایا تھا۔ ترکی نے اس وقت موقف اپنایا تھا کہ روسی طیارے نے دو کلومیٹر تک ترکی کی سرحد عبور کی اور اسے دس مرتبہ تنبیہ بھی کی گئی لیکن باز نہ آنے پر اسے مار گرایا گیا۔

لیکن روس نے ترکی کے اس دعوے کی تردید کی اور کہا کہ ہمارا طیارہ شامی سرحد سے ترکی کی حدود میں داخل نہیں ہوا اور اسے شام کے اندر نشانہ بنایا گیا۔

یہ روس کا ایس۔ یو۔ 24 جنگی طیارہ تھا جسے ترکی کے ایف۔ 16 جنگی طیارے نے نشانہ بنایا تھا۔ اور اس میں دونوں روسی پائلٹ ہلاک ہوئے تھے۔

مذکورہ دونوں ناخوشگوار حالات میں روس اور ترکی نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیطانی طاقتوں کے مذموم سازشوں کا راستہ روکنا کچھ مشکل کام نہیں شرط یہ ہے کہ صرف مدبر اور دوراندیش قیادت موجود ہو۔

امریکی جنرل دوحہ معاہدے کو کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں

قاری محمد یونس

افغانستان میں امریکی جنگ کی ناکامی اور اس ملک سے امریکی فوجیوں کے انخلا کے بارے میں بش کے بعد بارک اوباما حکومت کے دونوں ادوار میں ارادہ موجود تھا اور اس حوالے سے سینئر امریکی حکام ہمیشہ اظہار خیال کرتے تھے، تاہم اوباما نے اس حوالے سے کوئی فیصلہ کن اقدام نہیں کیا اور صرف فوج کی تعداد کو کم کرنے کا وعدہ پورا کیا، اوباما افغانستان سے امریکی افواج کے انخلا کے لئے امارت اسلامیہ کے ساتھ کیوں بات چیت نہیں کر سکے، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ اوباما انتظامیہ اور کانگریس میں جنگ پسند حکام کے اثر ورسوخ نے امریکی جرنیلوں کو یہ موقع فراہم کیا تھا کہ وہ اوباما اور ان کے ہم نظر حکام کے خیالات کو چیلنج کریں۔

اوبامہ انتظامیہ کے دوران ڈونلڈ ٹرمپ ٹویٹر پر افغانستان میں امریکی فوجیوں کی موجودگی پر تنقید کرتے تھے اور وہاں خرچ ہونے والی رقم کو امریکی عوام کی دولت کا ضیاع قرار دیتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ کسی دوسرے ملک میں سڑکیں اور کلینک بنانے کے بجائے ہمیں چاہئے کہ ملک کی تعمیر اور یہاں سماجی خدمات فراہم کریں۔

ٹرمپ کے موقف کی تبدیلی اور نئی حکمت عملی:

ڈونلڈ ٹرمپ جنہوں نے 20 جنوری 2017 میں امریکہ کے 45 ویں صدر کی حیثیت سے حلف لیا تھا، وہ شروع سے یہ کوشش کر رہے تھے کہ افغانستان کی جنگ سے امریکی فوج نکالیں اور وہاں پر بے مقصد جنگ کی وجہ سے اربوں ڈالر کے نقصان اور اخراجات بند کر دیں، چونکہ ٹرمپ کے نزدیک افغانستان کی جنگ غیر ضروری اور بے مقصد جنگ تھی جس کی کامیابی کے چانسز بہت کم تھے، اس لئے اس جنگ میں فوج اور پیسوں کو ضائع کرنے کا سلسلہ بند کرنا چاہئے تھا، لیکن جارحیت پسند امریکی جرنیلوں اور ریپبلکن سینیٹر جان مکین جیسے متعصب حکام نے ٹرمپ کو باور کرایا کہ افغان جنگ کچھ مشکلات اور محدود اختیارات کی وجہ نہیں جیت سکتے۔ اگر امریکی جرنیلوں کو فوجی کارروائیوں کے لئے لامحدود اختیارات اور آلات فراہم کر دیئے جائیں تو امریکی فوج یقینی طور پر جنگ جیت جائے گی، اور اگر جنگ جیتنے کی صورت امریکہ افغانستان میں 3 بلین ڈالر معدنیات سے وصول کر کے اپنے تمام مالی نقصانات کی تلافی کر سکے گا، ٹرمپ نے ایک مالدار آدمی کی حیثیت سے جو اخراجات سے نفرت کرتا ہے اور منافع کے جنون میں مبتلا ہے، بند آنکھوں سے ان کی بات مان کر بش اور اوباما کی ناکام جنگی پالیسیوں کو برقرار رکھتے ہوئے 22 اگست 2017 میں افغانستان اور جنوبی ایشیاء کے لئے اپنی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ اس حکمت عملی کے اہم نکات یہ تھے کہ ہم افغانستان کی جنگ ضرور جیت جائیں گے اور وہاں ہماری موجودگی صورتحال پر منحصر ہوگی۔ امریکی فوجیں افغانستان میں طالبان کو شکست دینے تک جنگ جاری رکھیں گی۔

ٹرمپ کی حکمت عملی کی ناکامی اور امریکی جرنیلوں سے ان کا تصادم:

افغانستان میں نیٹو کے کمانڈر جنرل جان نکلسن نے ہزاروں نئے امریکی فوجیوں، ہر طرح کے سازوسامان اور لامحدود اختیارات کے ساتھ اپنے ماتحت افغان فورسز کی مدد سے افغان عوام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا، انہوں نے چھاپوں، وحشیانہ فضائی اور ڈرون حملوں اور دیگر مظالم کے ذریعے ہزاروں مظلوم افغانوں کو شہید اور گرفتار کیا، قابض جرنیلوں اور ان کے کرائے کے ایجنٹوں نے سوچا کہ ان مظالم کے نتیجے میں اہل ایمان اپنے پیارے ملک کو آزاد کرانے اور اسلامی نظام کے قیام کے موقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں گے اور ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے لیکن دو سال کے مظالم کے بعد بھی ان کی ظالمانہ کارروائیوں کے کوئی خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے، بلکہ برعکس مجاہدین کی قوت اور حملوں میں اضافہ ہوا، قابض اور افغان فورسز نے کوئی قابل ذکر پیش قدمی نہیں کی جس پر ٹرمپ نے دوبارہ غور کیا اور اپنی پالیسی کا از سر نو جائزہ لیا، اس کے علاوہ ٹرمپ جنگ پسند جرنیلوں پر برس پڑے اور ان سے استفسار کیا کہ آپ نے دعوی کیا تھا کہ مختصر مدت میں طالبان کو شکست دیکر جنگ پر قابو پالیں گے اور افغانستان کے معدنیات سے 3 کھرب ڈالر کی وصولی سے امریکی اخراجات کی تلافی کریں گے لیکن دو سال بعد بھی ٹرمپ کی پالیسی ناکام رہی اور مستقبل میں بھی اس جنگ کی کامیابی کے امکانات معدوم نظر آتے ہیں۔ ٹرمپ کو یہ

احساس ہو گیا کہ وہ ناکام جرنیلوں کے مشورے کو قبول کرنے کے بجائے اپنے اصل موقف (افغانستان سے امریکی فوجوں کی واپسی) پر عمل درآمد کریں اور ان کی حکومت میں شامل ان لوگوں کو برطرف کریں جو جنگ کے دوام پر اصرار کرتے ہیں، اس سلسلے میں ٹرمپ نے سب سے پہلے قومی سلامتی کے مشیر میک ماسٹر جو ٹرمپ کی پالیسی کے ماسٹر مائنڈ تھا، کو برطرف کر دیا، پھر جان بولٹن جو افغان جنگ کے خاتمے اور امریکی فوجیوں کو وطن واپس لانے کے مخالف تھے کو برطرف کر دیا اور اس کے بعد جنرل نکولسن اور وزیر دفاع جنرل میٹس کو برطرف کر دیا گیا۔ ٹرمپ نے اپنے جرنیلوں سے شکایت کرتے ہوئے کہا کہ "میں نے اپنے جرنیلوں کو وہ ساری رقم فراہم کر دی جس کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ افغانستان میں ناکام رہے۔" میں نے جنرل میٹس کو ایک سال میں 3 بلین ڈالر ادا کیے۔ اگلے سال میں نے 716 بلین ڈالر ادا کیے۔ جنرل میٹس نے میرا بہت شکریہ ادا کیا لیکن انہوں نے اپنے فرائض بہتر انداز سے انجام نہیں دیئے۔

ٹرمپ نے جنگ کے حامی طاقتور گروپ توڑ ڈالا جس نے امریکی جارحیت کے آغاز سے ہی وائٹ ہاؤس پر غلبہ حاصل کیا تھا اس مافیا میں شامل عسکری حکام افغانستان پر قبضہ جاری رکھنا چاہتے ہیں اور امریکہ کو اس لامتناہی جنگ میں شامل رکھنا چاہتے ہیں۔

امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین مذاکرات اور جرنیلوں کی مزاحمت:

اگرچہ ٹرمپ نے اپنی انتظامیہ سے ان تمام عہدیداروں کو برطرف کر دیا جو امریکہ اور طالبان کے مابین مذاکرات کے مخالف تھے لیکن میدان جنگ کے انچارج جرنیل اور فوج میں شامل مافیا جو امن کے مخالف اور جنگ کے تسلسل کے خواہاں ہیں، سازشوں سے باز نہیں آئے، مذاکرات کے آغاز سے پہلے اور مذاکرات کے دوران وہ ہمیشہ یہ بیان جاری کرتے تھے کہ افغانستان سے تمام امریکی فوجوں کا انخلا ناممکن ہے، اگر معاہدہ ہوا تب بھی کچھ امریکی فوجی اور خفیہ ادارے کے اہل کار افغانستان میں تعینات رہیں گے، انہوں نے ٹرمپ کو مذاکرات سے روکنے کی بھرپور کوشش کی، انہوں نے مذاکرات کے دوران فوجی آپریشن میں تیزی لائی اور بے گناہ شہریوں کو بھاری جانی نقصان پہنچایا تاکہ امارت اسلامیہ کو مذاکرات منسوخ کرنے پر مجبور کیا جاسکے لیکن امارت اسلامیہ کے قائدین جنہوں نے امریکی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ امریکی سرکاری پالیسی پر گہری نظر رکھی اور عسکری حکام کی تخریب کاری اور بدنیتی سے آگاہ تھے، انہوں نے مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے قابض افواج کے خلاف جہادی کارروائیوں میں کمی نہیں لائی بلکہ ان کے خلاف بھی معمول کے مطابق کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ امریکی جرنیلوں نے امارت اسلامیہ کے حملوں کو امن مذاکرات سے متصادم قرار دیا اور امریکی رہنماؤں کی توجہ ہٹانے اور بات چیت منسوخ کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کیا، اور ایک بار اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔ ان کے کہنے پر ٹرمپ نے بات چیت منسوخ کرنے کا اعلان کیا لیکن بہت جلد ٹرمپ سمجھ گئے اور انہوں نے دوبارہ مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنا وفد مذاکرات کے لئے دوحہ بھیج دیا۔

معاہدے کی خلاف ورزی، صوابدیدی یا پالیسی:

امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد مظلوم عوام نے سکھ کا سانس لیا اور رات کے چھاپوں، بم دھماکوں اور دیگر مظالم سے چھٹکارا حاصل کر لیا لیکن حال ہی میں امریکی فوج نے اس معاہدے کی متعدد بار خلاف ورزی کی۔ عوام کو خدشہ ہے کہ امریکہ اپنے وعدوں پر پورا نہیں اتر سکے گا اور ایک بار پھر جارحیت اور مظالم کا سلسلہ جاری رکھے گا؟ کچھ مبصرین کے مطابق یہ امریکی حکومت کی سرکاری پالیسی ہوسکتی ہے اور وہ طالبان کے ساتھ طے پانے والے معاہدے پر پشیمان ہوسکتی ہے لیکن میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے سرکاری طور پر امریکی پالیسی کا تقاضا ہے کہ معاہدے پر مکمل عمل درآمد کیا جائے اور امریکہ افغانستان سے انخلا کرے۔ معاہدے کی خلاف ورزی کرنا امریکی جرنیلوں کی خود ساختہ پالیسی ہے جو امن عمل کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ ان کے ماضی کی پالیسی کا تسلسل ہے جو امریکی حکومت کی رضامندی کے بغیر کیا جارہا ہے۔

کابل انتظامیہ کا انچارج کون ہے؟ امریکی حکومت یا امریکی جرنیل؟

امریکی حملے کے وقت سے کابل انتظامیہ نیٹو/امریکی افواج کے کمانڈر انچیف کے زیر کنٹرول ہے، اور امریکی سفیر نے شاذ و نادر ہی ایگزیکٹو امور میں مداخلت کی ہے۔ امریکی جرنیلوں نے افغانستان میں طویل جنگ کی راہ ہموار کر دی ہے، موجودہ صورتحال نے اس حقیقت کو مزید اجاگر کیا ہے اور معاہدے پر عمل درآمد کے لئے امریکی جرنیلوں کی مزاحمت کو کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کی آڑ میں اجاگر کیا گیا ہے۔ قیدیوں کے تبادلے کو روکنا، جس کا بظاہر کابل انتظامیہ ذمہ دار ہے، لیکن

اس کے پیچھے بھی امریکی عسکری مافیا کا ہاتھ ہے۔

امریکی جرنیل افغانستان پر قبضہ ختم کیوں نہیں کرنا چاہتے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکی جرنیلوں نے اوباما کے وقت سے افغانستان پر قبضہ ختم کرنے کی ہر کوشش کو سبوتاژ کیا ہے اور جان بوجھ کر امریکی حکومت کو یہ ارادہ ترک کرنے پر مجبور کیا ہے، اس کے پیچھے کیا راز ہے؟ یہ اہم سوال ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن تفصیل میں جانے کے بغیر اس کا آسان جواب یہ ہوگا کہ امریکی فوج نے ایک بڑے مافیا کی شکل اختیار کرلی ہے اور امریکی جرنیلوں کے لئے افغانستان میں جنگ ان گنت پیسہ لوٹنے کا بہترین موقع اور کاروبار ہے، ان کے بدعنوان کٹھ پتلی بھی اس معاملے میں حلیف ہیں، وہ مظلوم لوگوں کے خون کے پیاسے ہیں اور انہیں عام شہریوں کی خونریزی اور غربت پر کوئی دکھ اور کرب نہیں ہیں، امریکی جرنیل بھی افغان کٹھ پتلیوں کی طرح اپنے عوام کے دشمن ہیں اور ان کے ٹیکس سے حاصل شدہ رقم یہاں ایسے خیالی منصوبوں، لاحاصل جنگ اور بیکار کٹھ پتلیوں پر صرف کرتے ہیں جس کا امریکی عوام کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، امریکی حکومت نے اپنے جرنیلوں پر کرپشن کے الزامات کی بنیاد پر افغانستان میں خرچ ہونے والے پیسوں کی آڈٹ کے لئے سیگار کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، سیگار کی تفتیش کے بعد امریکی حکومت کو معلوم ہوا کہ افغان جنگ کی آڑ میں بدمعاش جرنیلوں نے اپنی قوم کے خون کو چوسنے سے دریغ نہیں کیا اور وہ کتنے ڈھٹائی سے اس جرم کو جاری رکھنا چاہتے ہیں، اوباما اور اس کے بعد ٹرمپ تین سال بعد بھی امریکی فوجوں کو افغانستان سے واپس بلانے میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ ان جرنیلوں کے ساتھ حکومت اور کانگریس میں شامل کچھ اعلی حکام بھی کرپشن کی رقم سے مستفید ہورہے تھے، بدعنوانی کی ایک مثال جس کا میڈیا پر چرچا ہوا، صوبہ جوزجان کے گیس اسٹیشن کے بارے میں سیگار کی رپورٹ میں کہا گیا ہے: امریکی فوجیوں نے افغانستان کے شمالی جوزجان کے ایک گیس اسٹیشن پر ۴۳ 50 ملین خرچ کیے ہیں۔ اس طرح اسٹیشن پاکستان میں نصف ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر کیا جائے گا، سیگار کی رپورٹ کے مطابق پمپ اسٹیشن پر کام اگست 2011 میں شروع ہوا تھا اور پورے ایک سال کے بعد یہ منصوبہ مکمل ہوا۔ لیکن ایک سال بعد یہ پمپ اسٹیشن ناقابل استعمال ہوا۔ امریکی جرنیل اگر ان منصوبوں میں اپنی کرپشن کو نہ چھپائیں تو وہ سالانہ 45 ارب ڈالر جو ماہانہ 3750 ملین ڈالر بنتے ہیں، کے اخراجات کا حساب کس طرح پورا کریں گے؟

ناکام (جرنیل) امن عمل کو کتنا سبوتاژ کر سکتے ہیں؟

امریکی جرنیلوں کی بدعنوانی، جنگ میں ناکامی، افغان تنازع کا نامعلوم انجام اور بھاری اخراجات وہ تمام عوامل ہیں جن کی وجہ سے امریکی سیاست دان، حکومت کے ممبران، کانگریس کے ارکان اور مجموعی طور پر امریکی عوام نے افغان جنگ ختم کرنے اور امریکی فوجی دستوں کو واپس لانے پر زور دیا ہے اور اس کو ترجیحی بنیادوں پر سنجیدہ موضوع قرار دیا ہے، جنگ کے حامی عہدیداروں کے خلاف ٹرمپ کی کریک ڈاؤن اور امریکی میڈیا میں فوجی جرنیلوں کی ناکامیوں، بدعنوانیوں اور جھوٹ کو بے نقاب کرنا وہ اقدامات تھے جن کی بدولت امریکی حکومت کو امارت اسلامیہ کے ساتھ معاہدہ کرنے کا موقع اور اختیار دیا اور معاہدے پر دستخط کرنے سے یہ مشکل کام انجام دیا۔

اب جب کہ امریکہ اور امارت اسلامیہ کے مابین ایک معاہدہ طے پایا ہے لہذا میدان جنگ میں امریکی جرنیلوں کی خلاف ورزیاں اور جارحیت عارضی مسائل پیدا کرسکتی ہے لیکن بنیادی طور پر امریکی افواج کے انخلا اور امن عمل کو سبوتاژ کرنے کے چانسز ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ اس صورتحال کے بارے میں امارت اسلامیہ کے دانشمندانہ فیصلوں اور اقدامات نے قوم کے خون کے پیاسے اور مغرب کے غلام کٹھ پتلی عناصر کو مایوس کردیا ہے کیوں کہ وہ امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین تاریخی معاہدہ توڑنا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ملک میں دوبارہ خونریزی، جنگ اور تباہی کا سلسلہ شروع ہوجائے اور وہ برسراقتدار رہے۔

امریکہ کی موجودہ سیاسی اور معاشی صورتحال کے پیش نظر اسکاٹ میلر کی دھمکیوں اور کٹھ پتلیوں کے حوصلے بڑھانے کی کوششوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور نہ ہی امن کے جاری عمل پر اس کے کوئی منفی اثر مرتب ہوسکتا ہے۔ کابل انتظامیہ اگر اسکاٹ میلر کے اشارے پر مشترکہ مفادات کی بنیاد پر معاہدے پر مرحلہ وار عملدرآمد میں رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے تو عوام بھی قابض افواج کے مکمل انخلا تک ایک اور سال انتظار کرسکتے ہیں! افغانستان کو ایک آزاد، پرامن اور خوشحال اسلامی نظام کے حامل ہونے کے لئے عوام کو صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے عارضی مسائل کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔ امارت اسلامیہ کے مدبر قائدین اس صورتحال پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالی اپنی مدد، مجاہدین کی لازوال قربانیوں اور قائدین کے خلوص کی بدولت ہمیں ایک آزاد اسلامی نظام کے ثمرات سے مستفید فرما کر اس تاریخی معرکے میں مسلمانوں کو سرخرو کرے گا، ان شاء اللہ وماذالک علی اللہ بعزیز

کورونا، طالبان اور کابل انتظامیہ

سید عبدالرزاق

کورونااس وقت پوری دنیا کے لیے ایک عظیم ناسور کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک بھی مکمل لاک ڈاؤن کا شکار ہیں۔ دوسری طرف جنگ زدہ افغانستان بھی بُری طرح وائرس سے پریشان ہے۔ 25 اپریل کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں اب تک 8 ہزار ٹیسٹ ہو چکے ہیں، جن میں 1463 پوزیٹیو آئے ہیں۔ کرواناوائرس سے اموات کی تعداد چالیس سے بڑھ گئی ہے۔ 200 کے لگ بھگ مریض صحت یاب ہوئے ہیں۔اس وقت کرونا سے نمٹنے کے لیے امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ سرگرم عمل ہے۔

بظاہر اشرف غنی امریکی زبردستی کی وجہ سے حکومت اور اقتدار کے مالک ہیں۔ ان کی طرف سے افغانستان کے اکثر شہر لاک کر دیے گئے ہیں۔ البتہ وبا کے زیرِ اثر کسی علاقے میں لاک ڈاؤن سخت ہے اور کہیں نرم ہے۔ اگر کابل انتظامیہ کی جانب سے کرونا سے نمٹنے کے اقدامات کا جائزہ لیا جائے تو اس کی طرف سے پہلا اور آخری اقدام لاک ڈاؤن کا نفاذ ہے۔ اِس سے لوگوں کا بے روزگار ہونا یقینی تھا۔ کیوں کہ افغانستان معاشی لحاظ سے کمزور ملک ہے۔ اشرف غنی کے دعوے اپنی جگہ، مگر حقیقت یہ ہے کہ کابل انتظامیہ کی اب تک اقتصادیات اور معاشیات بارے کوئی واضح پالیسی موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف امریکی درندگی کی وجہ سے عوام کسمپرسی کی حالت میں مبتلا ہیں۔ اس لیے لاک ڈاؤن سے مزدور طبقہ اور چھوٹے تاجر سخت متاثر ہوئے ہیں۔ کابل انتظامیہ نے اس کے ازالے کے لیے امدادی پیکج کا اعلان کیا ہے۔ مستند ذرائع نے توثیق کی ہے کہ اس پیکج میں '4/5' کلو آٹا، 4/5 کلو گھی اور چاول موجود ہیں۔ یہ امداد صرف کابل شہر کے اطراف میں محدود پیمانے پر مخصوص گھرانوں کو دی گئی ہے، جو بظاہر طاقت وَر سمجھے جاتے ہیں۔

> طالبان کے پاس افغانستان کا مکمل انتظام نہ ہونے کے باوجود وہ ایک حکومت کے بقدر کام کر رہے ہیں۔ طالبان نے قرنطینہ سینٹر کے لیے ڈاکٹروں کی خصوصی ٹیمیں تشکیل دی ہیں۔ ان ڈاکٹرز کو باقاعدہ ٹریننگ دے کر مختلف علاقوں میں مامور کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد عوام کے لیے سہولت کی فراہمی اور ان کی صحت کی بحالی کا خیال رکھنا ہے۔ طالبان نے ڈاکٹر کے لیے کرونا کے مخصوص لباس کا بندوبست کیا۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ افغانستان میں طالبان نے عوام اور ملک کے لیے ہر ممکن حد تک خود کو پیش کیا ہے۔ یقیناً دنیا، خصوصاً افغان عوام دیکھ چکے ہیں کہ طالبان افغانستان سے مخلص ہیں۔ جب کہ کابل انتظامیہ حوالے اپنا جیب بھرنے کے کسی کام میں مشغول نہیں ہے۔

دوسری طرف کرونا ٹیسٹ نظام کافی سست ہے۔ وائرس کو دو ماہ سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے۔ کابل انتظامیہ کا دعویٰ ہے کہ یہ نظام پوری طرح ایکٹیو ہے۔ اس کے باوجود اب تک 34 صوبوں میں صرف 8 ہزار ٹیسٹ ہوئے ہیں۔ یہ سب ٹیسٹ عوام نے اپنا شک دور کرنے کے لیے مہنگے خرچ پر کرائے ہیں۔ انتظامیہ کی طرف سے ٹیسٹ کرانے کا کوئی ایسا بندوبست نہیں ہے، جسے کہا جا سکے کہ 'حکومت نے اپنی ذمہ داری ادا کی ہے۔' کسی میڈیا چینل کو اب تک اس بارے کوئی رپورٹ نہیں ملی کہ انتظامیہ کے پاس سینی ٹائزر یا کرونا چیکینگ انتظام موجود ہے، جس سے عوام فائدہ اٹھا رہے ہوں۔ ممکنہ طور پر

وائرس سے کافی زیادہ لوگ متاثر ہوں گے، البتہ ٹیسٹ کے وسائل نہ ہونے سے کچھ معلوم نہیں کہ اگلے کچھ عرصے میں کیا ہونے والا ہے؟!

ادویات یا مریضوں کو مطلوب سہولیات کی فراہمی بارے انتظامیہ کی کارکردگی صفر ہے۔ سوشل میڈیا پر وائرل ویڈیوز میں سب دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح ایک ڈاکٹر رو رو کر اپنی شکایت کر رہا ہے کہ 'اس کا اپنا ڈاکٹر بھائی کرونا کٹ اور دیگر ضروریات نہ ہونے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ اب وہ خود اس بیماری میں مبتلا ہے۔ 'اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے۔ اس ڈاکٹر کے مطابق دو طالبان اس کے پاس آئے اور کچھ ادویات سمیت مالی امداد دے گئے تھے۔ اندازہ کیجیے کہ جب ڈاکٹروں کی یہ حالت ہو کہ وہ سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہوں تو وہ عوام کی کیا خدمت کریں گے اور عوام تک امداد کس طرح اور کون پہنچائے گا۔ افغانستان میں قرنطینہ سینٹر کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہاں موجود مریض ہوں یا دوسرے ممالک سے افغانستان واپس آنے والے شہری ہوں، کسی کے لیے کسی بھی سطح پر کوئی انتظام نہیں ہے۔

دوسری طرف طالبان ہیں۔ وہ تمام زندگی دشمنوں کی تہمت کا شکار رہے ہیں۔ اُنہیں بِکا ہوا جنگجو اور وحشی کہا گیا۔ اُنہیں انسانیت دشمن اور تعلیم و تہذیب سے نابلد کہا گیا۔ جب کہ زمینی حقائق یہ ہیں کہ یہی طالبان کرونا مسائل میں اپنی طاقت بھر عوام کے ساتھ مالی معاونت کر رہے ہیں۔ طالبان کے پاس افغانستان کا مکمل انتظام نہ ہونے کے باوجود وہ ایک حکومت کے بقدر کام کر رہے ہیں۔ طالبان نے قرنطینہ سینٹر کے لیے ڈاکٹروں کی خصوصی ٹیمیں تشکیل دی ہیں۔ اُن ڈاکٹرز کو باقاعدہ ٹریننگ دے کر مختلف علاقوں میں مامور کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد عوام کے لیے سہولت کی فراہمی اور ان کی صحت کی بحالی کا خیال رکھنا ہے۔ طالبان نے ڈاکٹر کے لیے کرونا کے مخصوص لباس کا بندوبست کیا۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ افغانستان میں طالبان نے عوام اور ملک کے لیے ہر ممکن حد تک خود کو پیش کیا ہے۔ یقیناً دنیا، خصوصاً افغان عوام دیکھ چکے ہیں کہ طالبان افغانستان سے مخلص ہیں۔ جب کہ کابل انتظامیہ سوائے اپنی جیب بھرنے کے کسی کام میں مشغول نہیں ہے۔

طالبان کی طرف سے عام اعلان کرایا گیا ہے کہ کرونا ٹیسٹ مشینیں نصب کرا دی گئی ہیں۔ ہر عام و خاص کے لیے اجازت ہے کہ جسے بھی کرونا کا شبہ ہو، وہ یہاں اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔ عوام میں کرونا کے حوالے سے سنجیدہ رویہ اختیار کرنے حوالے سے آگاہی مہم کی خاطر سمجھ دار لوگوں کا انتخاب کیا گیا ہے، جو قریب اور دور کے علاقوں میں اس خطرے سے بچاؤ کا ہر ممکن اقدام کر سکیں۔

ایک طرف کابل انتظامیہ ہے، جسے اپنی تعلیم و تہذیب پہ بڑا ناز ہے۔ اُسے اپنی معیشت اور طرزِ حکمرانی پر بہت اطمینان ہے۔ وہ صبح شام اپنی تعریف کرتے نہیں تھکتی۔ اس کی پشت پر اقوامِ متحدہ، نیٹو اور امریکا کی ہر طرح کی ٹیکنالوجی کارفرما ہے۔ اُس نے اب تک افغانستان کو ترقی کے نام پر دنیا بھر کا 200 ملین ڈالر سے زیادہ کا مقروض بنا دیا ہے۔ کابل انتظامیہ کے سر پر دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے ملک کا احسان ہے کہ اس نے وہاں سے امداد حاصل کی ہے۔ جب کہ دوسری طرف دہشت گردی کی تہمت کا شکار طالبان ہیں، جن کے پاس اب تک پیٹ بھرنے کو تک کھانا میسر نہیں ہے۔

کارکردگی دیکھی جائے تو طالبان کی کوششیں اپنے سے زیادہ مہذب یا ترقی یافتہ ممالک سے کہیں زیادہ اطمینان بخش ہیں۔ یہی موقع ہے کہ افغان عوام اپنے مستقبل کے لیے کابل انتظامیہ اور امارت اسلامیہ میں سے ایک کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

اے امیر المومنین! آپ یاد آتے ہیں

محمد فرہاد جانباز

'عجیب بات یہ ہے کہ میں جو اس باختہ ہوتا ہوں اور نہ ہی بے دینوں کے ساتھ اسلام کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہوں۔ باوجود یہ کہ میرا اقتدار خطرے میں ہے۔ میری سربراہی اور کرسی بھی خطرے میں ہے۔ میری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ میں پھر بھی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر میں کافروں کے مطالبے پر ایسی راہ اختیار کرلوں، جو اسلام کے خلاف ہو اور اُن کے ساتھ موافقت کرلوں اور اُن کفار کے ساتھ معاملات ٹھیک رکھوں تو میری ہر چیز مستحکم ہو گی۔ میری بادشاہی اور سلطنت بھی برقرار رہے گی۔ اسی طرح طاقت، پیسہ اور جاہ وجلال بھی خوب ہوگا، جس طرح دیگر ممالک کے سربراہوں کا ہے۔ البتہ میں اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لیے حاضر ہوں۔ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جان قربان کرتا ہوں۔ سب کچھ سے بے پرواہو چکا ہوں۔ سلطنت، اقتدار، طاقت اور ہر چیز کی قربانی کا عزم کر چکا ہوں۔ اسلامی غیرت کرتا ہوں۔ اسلام پر فخر کرتا ہوں۔ اس پاک وطن پر غیرت کرتا ہوں۔'

یہ اُس شخص کے الفاظ ہیں، جسے دنیا 'ملا عمر' اور عالم اسلام 'امیر المومنین' کے نام اور لقب سے پہچانتا ہے۔ امیر المومنین ملا عمر رحمہ اللہ نے غیرت وحمیت سے بھرپور یہ الفاظ امریکی جنگ کے شروع میں کہے، جب امریکا مذاکرات کو اپنے غرور اور اپنی ٹیکنالوجی کی توہین سمجھ کر جنگ پر زور دے رہا تھا۔ اگر آپ دجال کی آمد اور اُس کی شعبدہ بازیوں بارے جاننا چاہتے ہوں تو امیر المومنین ملا عمر رحمہ اللہ کے مذکورہ دوٹوک موقف کو سمجھیں۔ دجال ہُو بہ ہُو وہی کچھ کرے گا، جو آج امریکا یا دیگر کفریہ طاقتیں کر رہی ہیں۔ جو بھی امریکا یا دجال کو خدا تسلیم کر کے اُس کے سامنے جھکے گا، وہی سلامت رہے گا۔ اگر تسلیم کرنے والا ایک گھر دار آدمی ہے تو اُس کا کُنبہ محفوظ رہے گا۔ اگر وہ کسی سلطنت کا سربراہ ہے تو اُس کی بادشاہی قائم رہے گی۔ اگر وہ بھوکا ہے تو امریکا اور دجال اُسے کھانا دیں گے۔ اگر اُسے رقم کی ضرورت ہے تو دجال اُسے مالا مال کردے گا۔ اگر جان کا خوف ہے تو امریکا اور دجال اُس کی زندگی کی ضمانت دیں گے۔ گویا امریکا اور دجال اپنے پیروکاروں کو وہ سب کچھ دیں گے، جو کچھ اِس دنیا میں انسان کے ذہن میں آسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

دجال ایک بدّو سے کہے گا: 'اگر میں تمہارے باپ اور ماں کو تمہارے لیے دوبارہ زندہ کردوں تو کیا تم گواہی دوگے کہ میں تمہارا خدا ہوں!'

بدّو کہے گا:

'ہاں!'

چناں چہ دو شیاطین اس بدّو کے ماں اور باپ کے روپ میں اُس کے سامنے آ جائیں گے۔ وہ اُسے کہیں گے:

'ہمارے بیٹے! اِس کا حکم مانو، یہ تمہارا خدا ہے۔' (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنہ دجال، حدیث نمبر: 4077)

ایک اَور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

دجال مدینہ کے مضافات میں کسی بنجر علاقے میں خیمہ زن ہوگا۔ اُس دن (مسلمانوں میں سے بہترین آدمی یا بہترین لوگوں میں سے ایک شخص دجال کے پاس آکر کہے گا:

'میں تصدیق کرتا ہوں تم وہی دجال ہو، جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا تھا۔'

دجال لوگوں سے کہے گا:

'اگر میں اِسے قتل کردوں اور پھر زندہ کردوں تو کیا تمہیں میرے دعوے میں کوئی شبہ رہے گا؟'

لوگ کہیں گے کہ 'نہیں'! لہٰذا دجال اس شخص کو قتل کردے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کردے گا۔ چناں چہ وہ آدمی کہے گا:

'اَب میں تمہاری حقیقت کو پہلے سے زیادہ بہتر طریقے سے جان گیا ہوں۔' (یعنی تم ہی وہ شعبدہ باز دجال ہو!)

چناں چہ دجال (اپنی اس توہین کے بعد) کہے گا:

'میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں، لیکن اَب ایسا نہیں ہو سکتا۔' (یعنی اللہ تعالی دجال سے دوبارہ مارنے کا اختیار واپس لے لیں گے)

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ دجال کا قبضہ زندگی بخش تمام وسائل مثلاً پانی، آگ اور غذا پر ہوگا۔ اُس کے پاس بے تحاشہ دولت اور زمین کے خزانے ہوں گے۔ اس کی دسترس تمام قدرتی وسائل پر ہوگی۔ مثلاً بارش، فصلیں، قحط اور خشک سالی وغیرہ۔ اُس کے پاس ایک نقلی جنت اور دوزخ ہوگی۔ اس کی شعبدہ بازیوں اور دجل کو مؤثر بنانے کے لے شیاطین اُس کی مدد کریں گے۔ وہ شیاطین مردہ لوگوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے گفتگو کریں گے۔ دجال زندگی اور موت پر (ظاہری طور پر) قدرت رکھے گا۔ یعنی جسے چاہے گا، مار دے گا اور جسے چاہے گا، زندہ کردے گا۔ البتہ زندگی اور موت پر اس کا اختیار محدود ہوگا۔ کیوں کہ وہ اُس مومن کو دوبارہ نہیں مار سکے گا، جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے۔

اگر امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ بھی امریکا کی بات مان لیتے۔ امریکا امیر المومنین کو جو عالی شان پیش کش کر رہا تھا، وہ تسلیم کر لیتے، مجدّدِ جہاد اسامہ بن لادن کو امریکا کے حوالے کر دیا جاتا تو امیر المومنین گم نامی کی موت کی نذر نہ ہوتے۔ وہ بھی اُسی طرح کرّوفر کے ساتھ حکومت کرتے، جس طرح آج کل مسلم ممالک کے حکمران ہیں۔ چناں چہ امریکا افغانستان کو اپنے جیسا ترقی یافتہ بنا دیتا۔ یہاں غربت کے بجائے مال داری کا راج ہوتا۔ یہاں زندگی آباد ہوتی اور خون کی ندیاں نہ بہتیں۔ یہاں داعش بھی نہ ہوتی اور حامد کرزئی اور اشرف غنی جیسے بکاؤ لوگ بھی نہ ہوتے۔ کیوں کہ (میرے منہ میں خاک) ملا عمر امریکا کی ویسی تابع داری کر چکے ہوتے، جیسی آج کل اشرف غنی جیسے لوگ کر رہے ہیں۔ کیوں کہ دجال اور اُس کے موجودہ چیلوں کو اپنی تابع داری ہی سے غرض ہے۔ جو بھی امریکا یا دجال کو خدا تسلیم کرے گا، وہی دنیا میں 'کامیاب' سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، حتیٰ کہ تم اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کر لو۔ (البقرہ 120)

دجال اور امریکا کو خوش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے سب سے قیمتی سرمائے 'ایمان' سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ایک سچے مسلمان کے لیے اپنا ایمان بیچ دینا ایسے ہی ہے، جیسے اُس کی دنیا اور آخرت، دونوں لُٹ جائیں۔ امریکا اپنے پیروکاروں کو جو کچھ دے رہا ہے اور دجال جو کچھ دے گا، اُس سب کا ایک ظاہری رُخ ہے اور ایک پوشیدہ پہلو ہے۔ اس کو نبی کریم ﷺ کے مبارک الفاظ میں سمجھا جا سکتا ہے:

دجال کے پاس آگ اور پانی ہوں گے۔ جو آگ نظر آئے گی، وہ در حقیقت ٹھنڈا پانی ہوگا۔ جو پانی نظر آئے گا، وہ در حقیقت آگ ہو گی۔ (صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر: 3266)

دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہو گا۔ (یعنی اس کے پاس پانی اور غذا وافر مقدار میں ہوں گے) نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اِن باتوں کے لیے وہ نہایت حقیر ہے، (یعنی در حقیقت رزق کے اِن خزانوں کا حقیقی مالک صرف اللہ ہے) لیکن اللہ دجال اس کی اجازت دیں گے، تاکہ لوگوں کو آزمایا جا سکے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں یا دجال پر ایمان رکھتے ہیں۔ (صحیح المسلم، کتاب الآداب، باب جواز قولہ لغیر ابنہ، حدیث نمبر: 2152/ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، حدیث نمبر: 6705)

دجال اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا، جو دجال کو جھوٹا کہنے پر آگ میں ڈالا جائے گا، اُس کو یقیناً اللہ تعالی کی جانب سے اس کا بہترین انعام ملے گا۔ اُس کے گناہوں کا بوجھ کم کر دیا جائے گا۔ البتہ جو آدمی دجال کو خدا مان کر پانی کے لیے اُس کے دریا میں اُترے گا، اُس کے گناہوں کا بوجھ برقرار رہے گا۔ اُسے اپنے ایمان کی وجہ سے اللہ تعالی کی جانب سے جو انعام ملنا تھا، وہ انعام ایمان باقی نہ رہنے کی وجہ سے اَب نہیں ملے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔ (البقرۃ 120)

(ان سے) کہہ دو کہ خدا کی ہدایت (یعنی دینِ اسلام) ہی ہدایت ہے۔ اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی) کے آ جانے کے بعد بھی اُن (کفار) کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو (عذاب) خدا سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار!

امیر المومنین رحمہ اللہ نے امریکی دجال کے مقابل جس راستے کا انتخاب کیا تھا، وہی در حقیقت غیرت وعزت کا راستہ تھا۔ ملا عمر رحمہ اللہ نے عالم اسلام کی خاطر جہاد کا راستہ اختیار کیا۔ آپ رحمہ اللہ عالم اسلام کے لیے امید کی کرن تھے۔ آپ کا لگایا ہوا اسلامی نظام کا پودا آج تناور درخت بن چکا ہے۔ اُس کی چھاؤں پوری دنیا میں پھیل رہی ہیں۔ اگر موجودہ اسلامی دنیا عزت کی زندگی گزارنا چاہتی ہے تو اُسے بھی ملا عمر رحمہ اللہ کے قافلے کا سپاہی بننا ہو گا۔

جُز ترے کوئی بھی دن رات نہ جانے میرے
تو کہاں ہے مگر اے دوست پرانے میرے
تو بھی خوشبو ہے مگر میرا تجسس بے کار
برگِ آوارہ کی مانند ٹھکانے میرے
شمع کی لو تھی کہ وہ تو تھا مگر ہجر کی رات
دیر تک روتا رہا کوئی سرہانے میرے
خلق کی بے خبری ہے کہ مری رسوائی
لوگ مجھ کو ہی سناتے ہیں فسانے میرے
لٹ کے بھی خوش ہوں کہ اشکوں سے بھرا ہے دامن
دیکھ غارت گرِ دل یہ بھی خزانے میرے
آج اک اور برس بیت گیا اس کے بغیر
جس کے ہوتے ہوئے ہوتے تھے زمانے میرے
کاش تو بھی میری آواز کہیں سنتا ہو
پھر پکارا ہے تجھے دل کی صدا نے میرے
کاش تو بھی کبھی آ جائے مسیحائی کو
لوگ آتے ہیں بہت دل کو دکھانے میرے
کاش اوروں کی طرح میں بھی کبھی کہہ سکتا
بات سن لی ہے مری آج خدا نے میرے
تو ہے کس حال میں اے زود فراموش مرے
مجھ کو تو چھین لیا عہد وفا نے میرے
چارہ گریوں تو بہت ہیں مگر اے جان فراز
جز ترے اور کوئی زخم نہ جانے میرے

امریکی جنرل کا نقطہ نظر

موسیٰ فرہاد

اس میں شک نہیں کہ امریکی میڈیا نے اپنے حکام کو یہ بات سمجھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے کہ 'وہ افغان جنگ میں مکمل طور پر شکست کھا چکے ہیں۔ ایک ناکام اور بے مقصد جنگ جاری رکھنے سے امریکی فوج کی ہلاکتوں اور مالی نقصانات میں مزید اضافہ ہوگا۔' جس پر حکام بالا نے بھی غور کیا اور جارحیت کے خاتمے کے لیے طالبان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لیے گھٹنے ٹیک دیے۔ اگرچہ اس معاہدے پر بہ تدریج عمل درآمد ہوتا رہے گا اور طریقہ کار کے مطابق 14 ماہ میں یہ عمل درآمد پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔ اب ایسا لگتا ہے امریکی حمایت یافتہ کابل انتظامیہ معاہدے کی تعمیل کے پہلے مرحلے میں رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کرنے کی کوشش میں ہے۔ یہ امریکا کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ امن معاہدے پر عمل میں ناکام ہو رہا ہے۔

اگرچہ بظاہر امریکا اس کا اظہار نہیں کر رہا، لیکن پومپیو کی آمد اور مایوسی کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے مشکل مراحل موجود ہیں۔ اس حوالے سے واشنگٹن ایگزامینر اخبار نے ایک کالم شائع کیا ہے، جس کے چیدہ چیدہ نکات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

امریکی فوج کے ایک ریٹائرڈ کرنل ڈینیئل ڈیوس نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ 'افغان جنگ کے خاتمے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ٹرمپ اپنی فوج واپس بلانے کے لیے فوری حکم جاری کریں۔

ڈیوس کا کہنا ہے کہ حال ہی میں امریکی وزیر خارجہ مائک پومپیو نے افغانستان کا دورہ کیا اور کابل میں جان کیری فارمولے کے تحت ڈاکٹر عبداللہ اور ڈاکٹر اشرف غنی کے مابین غیر قانونی Extra-constitutional آئینی اختیار کو بانٹنے کی کوشش کی، لیکن یہ کامیاب نہیں ہوا۔ انہوں نے امریکا پہنچنے پر اعلان کیا کہ امریکا افغان حکومت کے لیے 1 بلین ڈالر کی امداد کم کر دے گا۔ کچھ دن بعد NBC ٹی وی نے اس حوالے سے ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق مائک پومپیو نے ٹرمپ کا اہم پیغام کابل پہنچایا۔ جس میں ڈاکٹر عبداللہ اور اشرف غنی کو متنبہ کیا تھا گیا کہ اگر آپ اپنے سیاسی اختلافات حل کر کے طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع نہیں کریں گے اور دوحہ معاہدے کا احترام نہیں کریں گے تو امریکا امدادی رقم میں کٹوتی کرنے کے علاوہ اپنی تمام فوج کا فوری اور مکمل انخلا کر دے گا۔

ڈیوس نے کہا یہ کہنا مشکل ہے کہ پومپیو کی دھمکی پر افغان حریف اپنے اختلافات ختم کریں گے اور طالبان کے ساتھ جنگ کے خاتمے کے لیے مذاکرات شروع کریں گے۔ ان کے مطابق 2001 سے اب تک امریکا کے تین صدور، ایک درجن سے زیادہ جنگی جرنیلوں، مختلف حکمت عملیوں اور ہزاروں فوجوں کی تبدیلی اور بھرتی کے باوجود ہم افغانستان میں جنگ جیتنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے امریکا اب بھی کابل میں حریف

حکام کے اختلافات ختم کرانے میں ناکام ہے۔اس لیے بہتر ہے کہ ٹرمپ نیٹو اور دیگر اتحادیوں کی مشاورت اور ہم آہنگی سے اپنی فوج کے انخلا کے لیے ایگزیکٹو آرڈر جاری کریں۔ڈیوس کا کہنا ہے کہ 29 فروری کو ٹرمپ نے دوحہ معاہدے کا خیر مقدم کیا تھا، تاکہ امریکا کے سخت سفر اور طویل جنگ کا خاتمہ ہو۔ٹرمپ نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی فوج واپس بلائیں۔

واشنگٹن ایگزامینر کے مضمون میں کہا گیا ہے کہ افسوس! بہت سے ملکی اور غیر ملکی کھلاڑیوں نے کوششیں شروع کی ہیں کہ معاہدہ کامیاب نہ ہو۔کالم نگار کرنل ڈینیئل ڈیوس نے مزید کہا کہ یہ واضح ہے کہ افغان حکام نے پومپیو کی انتباہ پر توجہ نہیں دی۔انہوں نے اسے سنجیدہ نہیں لیا۔اسے نظرانداز کر دیا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ وہ سیاسی معاملات حل نہیں کرنا چاہتے، جس طرح وہ جنگ کا خاتمہ نہیں چاہتے۔کالم نگار کے مطابق ٹرمپ کو آخر کار یہ سمجھنا چاہیے کہ انہیں اس امر کی ضرورت نہیں کہ افغان حکومت اور طالبان کے مابین مذاکرات ہوتے ہیں یا نہیں اور بالآخر ایک کامیاب معاہدہ طے پاجاتا ہے یا نہیں!

ٹرمپ اپنی اہلیت بروئے کار لاکر یہ حکم جاری کر سکتے ہیں کہ امریکا اور نیٹو کی شرائط پر جنگ کا خاتمہ کیا جائے۔اسی طرح وہ وزیر دفاع اور وزیر خارجہ کو اپنے دونوں اتحادیوں 'نیٹو اور افغان حکومت' کو مطلع کرنے کی ہدایت کر سکتے ہیں کہ غیر ملکی فوج کے مکمل انخلا کا وقت بہت کم ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ انتہائی افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ افغان رہنما اب بھی اس بات پر یقین نہیں رکھتے ہیں کہ امریکی فوج کا واقعتاً مکمل انخلا ہو گا۔نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنا کام کر رہے ہیں اور حتیٰ کہ وہ اس بات پر بھی آمادہ نہیں کہ آپس میں 'کچھ لو کچھ دو' کے فارمولے پر ابتدائی اقدامات کریں۔جب دو اعلیٰ حکومتی عہدے دار منصبِ صدارت پر اتنی شدت سے مقابلہ کرتے اور باہم مصالحت کے لیے تیار نہیں ہیں تو ان سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کل اپنے دشمن کے ساتھ کوئی سنجیدہ رویہ اختیار کریں گے۔

ٹرمپ کے لیے امریکا اور اپنی فوج کی سلامتی کا واحد راستہ یہ ہے کہ انخلا کا مکمل حکم جاری کیا جائے۔افغان حکام تب سمجھ جائیں گے کہ اپنے مخالفین کے ساتھ مصالحت کیسے کی جائے اور اسے کیسے انجام دیا جا سکتا ہے؟! واشنگٹن ایگزامینر میں ایک ریٹائرڈ امریکی جنرل کے خیالات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں امن عمل میں امریکا کی ناکامی کا خدشہ ہے۔اسی وجہ سے وہ دوحہ معاہدے پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے تجاویز دے رہے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے وہ چاہتے ہیں امریکی فوج ناکام جنگ سے دستبردار ہو جائے۔انہیں اس عمل میں انتقامی کارروائی کے مقام سے بھی بچائیں۔

بلاشبہ امریکا کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ معاہدے پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے اپنے وعدوں کی پاس داری کرے۔فوجی انخلا کے ساتھ دیگر معاملات بھی وقتِ مقررہ پر حل کرنے کے اقدامات کرے۔کابل حکام ذاتی مفادات کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔قوم ان رہبر نما رہزنوں سے تنگ آچکی ہے۔لوگ بدامنی اور جنگ سے بے زار ہیں۔قیام امن کے لیے کوشش کرنا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔امارت اسلامیہ نے جو معاہدہ کیا ہے، وہ اس پر عمل درآمد کے لیے پرعزم ہے۔امریکا نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔امریکی کالم نگار کی رائے حقیقت پر مبنی ہے، جسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔

رمضان اور موجودہ وقت کا تقاضا

حسن زوئی

رمضان کا مہینہ جو تمام مہینوں کا سردار اور امام ہے۔ اپنی تمام تر رحمتوں، فیوضات، برکتوں، عظمتوں، حرمتوں اور روحانی خوشیوں اور سرمستیوں کے ساتھ سایہ فگن ہے۔ جب تک شریعت کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچے اس کے آخری دن ہوں گے۔ رمضان المبارک کی برکات سے فضا منور و معطر ہو گی۔ سرکش شیاطین قید میں ہوں گے۔ جہنم کے دروازے بند ہوں گے۔ جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہوں گے۔ ریان کا دروازہ روزے داروں کے لیے خوب مزین کیا گیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں رمضان کے آخر تک زندگی عطا فرمائے۔ انسانوں کے لیے خالق کائنات کی جانب سے رمضان المبارک انتہائی انعام واکرام سے بھرپور ایک ایسا تحفہ ہے جس کا مرتبہ، قدر، منزلت، عظمت، عزت اور شان بیان کرنے سے قلم اور زبان عاجز ہے۔ یہ مہینہ تقویٰ، اللہ کے خوف و خشیت، صبر، ایثار، قربانی، تسلیم، رضا، عفو، معافی، استغنا، قناعت، دلوں کی صفائی، روحوں کے تزکیے اور نفس سے مقابلے اور جہاد کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ گناہوں کی شدید دھوپ میں ٹھنڈا سایہ ہے۔ جس کی رحمت اور فرحت کی ہوائیں بندوں کے گناہ خزاں رسید پتوں کی طرح گراتی ہیں۔

رمضان المبارک گناہوں کے بڑے صحرا میں سرگرداں انسانوں کو اپنے گناہوں پر ندامت کا احساس دلاتا ہے اور ان نادم انسانوں پر اپنی ندامت آسمان سے باران رحمت کی طرح بے پناہ برکتیں، رحمتیں اور مہربانیاں لے کر آتی ہے۔ رمضان المبارک رحمت، مغفرت، نجات اور خیر کا وہ موسم بہار ہے جس کی آمد کا رحمت عالم ﷺ بہت شوق سے انتظار کرتے تھے۔ دو ماہ پہلے ہی اس کے لیے تیاری شروع فرماتے۔ اس کے پہنچنے کی دعا کرتے اور رجب المرجب کا چاند نظر آتے ہی فرماتے: اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔ یا اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت ڈال دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ شعبان کی آخری رات رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے لوگو تم پر ایک عظمت اور برکت کا مہینہ آرہا ہے۔ اس مہینے کی ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں کے برابر ہے۔ اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں جس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ جو کوئی اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے غیر فرض یعنی سنت یا نفل عبادت کرے یہ ایسا ہے جیسے عام دنوں میں فرض ادا کرے۔ اور جو اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے ایسا ہے جیسے عام دنوں ستر فرض ادا کرے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ مواساۃ کا مہینہ ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔

جس نے کسی کو اس مہینے میں افطار کرایا تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش کا سبب ہو گا اور آگ سے خلاصی کا سبب ہو گا۔ اور اسے بھی اس روزہ دار کے برابر کا ثواب ملے گا اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں کمی بھی نہیں کی جائے گی۔ ہم نے عرض کیا ہم میں سے ہر ایک روزہ دار کے لیے افطاری کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب ان لوگوں کو بھی دیتے ہیں جو دودھ اور پانی کا مخلوط شربت کسی کو پلائے یا ایک دانہ کھجور ہی کھلائے۔ اور جس نے روزہ دار کو افطاری کرائی اللہ تعالیٰ میرے حوض کے پانی سے اُسے ایسے سیراب کرے گا کہ پھر اُسے پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔

یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت ہے۔ درمیانہ عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے نجات ہے۔ اور جس نے اپنے مملوک یا غلام کا بوجھ ہلکا کیا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائیں گے اور جہنم سے آزاد کریں گے۔

یہ حدیث رمضان المبارک کی فضیلت کے حوالے سے بہت جامع حدیث ہے اور اس کے ہر جملے کا مفہوم بہت واضح ہے۔ جس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔

صرف شہر المواساۃ کے جملے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

مشکاۃ المصابیح کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ مواساۃ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

المواساۃ : المساهمة والمشاركة فى المعاش والرزق، فيه تنبيه على الجود والاحسان على جميع افرادالانسان لاسيماً على الفقراء والجيران .

یعنی مواساۃ کا اصل معنی شریک کرنا اور شراکت دار بننا ہے۔ نادار لوگ ایسے ہیں جیسے سرمایہ دار لوگوں کے ساتھ مال میں شریک ہوں۔

یعنی اس ماہ میں سرمایہ دار لوگ دیگر مہینوں کی بنسبت بہت زیادہ خرچ کریں۔ اور ایسا سمجھیں کہ غریب اور ہمسائے اس کے ساتھ اس کے مال میں شریک ہیں۔ غریب لوگ اور خصوصا وہ لوگ جن کے گھر کا گذارا روزمرہ مزدوری سے ہو رہا ہے۔ کرونا کی بیماری کے پھیلنے اور کام کاج کے بند ہونے کے بعد یہ غریب لوگ بہت بری حالت میں ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ ایک دن کی مزدوری نہ ہونے سے ان کی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے فطری بات ہے کہ اتنے بڑے تعطل کی وجہ سے زندگی بہت سی مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔

یہاں رسول اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث لانا مناسب سمجھتا ہوں۔

ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلى عليه وسلم المسلم اخوالمسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه المسلم. رواہ مسلم

ترجمہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہیں کرتا۔ نہ اسے بے تعاون چھوڑتا ہے نہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اس کے شریر ہونے کے لیے کافی ہے۔

"ولا یخذلہ" کی وضاحت علماء اس طرح کرتے ہیں:

يقال خذل فلاناً وعنه تخلّى عن عونه ونصرته .

وفی التنزیل العزیز (وان يخذلكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده)

یعنی عربی میں جب خذل فلانا یا خذل عن فلان کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی مدد نہیں کی۔ بے یار اور مددگار چھوڑ دیا۔ جس طرح قرآن کریم میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ہم ایک بڑے گاوں میں رہتے ہیں۔ اس میں پانچ بڑی مسجدیں ہیں۔ ان مساجد کے ائمہ کے درمیان آپس میں اچھے رابطے بھی ہیں۔ اس لیے پورے گاوں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ گاوں کے گھر جو اچھے مناسب ہیں۔ غریبانہ نہیں ہیں۔ اس لیے گاوں کی ظاہری حالت ایسی نہیں کہ آپ یہ سمجھیں کہ یہاں کوئی غریب بھی ہوگا۔ مگر موجودہ حالات میں جب سب لوگ گھروں میں بیٹھ گئے تو بہت سے گھروں کی بری حالت سے لوگ واقف ہوگئے۔ گاوں کے چند علماء اور بااحساس نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ گاوں کے ایسے لوگ جن کے ذمے دکانداروں کا قرض چڑھ گیا ہو وہ ہم ادا کریں گے۔ جب تلاش کی گئی تو سو سے زائد ایسے افراد تھے جنہیں دکانداروں نے مزید قرض دینے سے انکار کردیا تھا۔ اس لیے ان علماء اور نوجوانوں نے مجبوراً گاوں میں چندہ کیا اور آج 118 ایسے غریب گھروں میں غذائی مواد تقسیم کیا۔

آج ہی ہمارے گھر ہمسائیوں کی ایسی خاتون آئی تھی جس کے شوہر اور تین بیٹے مزدوری کرتے ہیں کہہ رہی تھیں کہ پہلے جہاں وہ رہتی تھیں، بہت دور جگہ سے آٹا قرض لائی تھی۔

رمضان میں تو ویسے بھی مزدوری کے کام نہیں ہوتے۔ اس بار روزے سے پہلے ہی یہ حالات تھے۔ اس لیے اس بار زیادہ مواساۃ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

بیوہ، یتیم اور دیگر غریب لوگوں کو اگر نظر انداز کردیا تو بے یار و مددگار ہوجائیں گے اور پھر ہم اس قابل نہیں ہوں گے کہ مسلمان ہونے کا دعوی کرسکیں۔

الزامات اور چیلنجز

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے بعد کابل حکام نے بے بنیاد الزامات لگانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور میڈیا کے ذریعے خوف وہراس پھیلانا چاہتے ہیں، یہ عناصر قوم کو ورغلانے کے لئے مختلف سوالات کرتے ہیں اور امن معاہدہ سبوتاژ کرنے اور قابض افواج کے انخلا کے عمل میں رکاوٹ ڈالنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ طالبان کے ساتھ معاہدے کے بعد داعش اور دیگر شدت پسند گروپس چیلنج ہیں؟ کیا دنیا کی بڑی طاقتیں اور پڑوسی ممالک افغانستان میں امن معاہدے کے بعد دیگر شدت پسند گروپوں کو سپورٹ کریں گے؟ کیا طالبان متحد اور منظم ہیں یا معاہدے کے بعد کچھ طالبان دیگر شدت پسند گروپوں میں شمولیت اختیار کریں گے اور جنگ جاری رکھیں گے؟ طالبان کے بعد دیگر شدت پسند گروپوں کی موجودگی اور ان کی فعالیت کے کتنے امکانات ہیں؟

کابل انتظامیہ نے امن مذاکرات سے قبل یہ دعوی کیا تھا کہ افغانستان میں طالبان کے علاوہ 22 شدت گروپس سرگرم اور فعال ہیں، کابل حکام نے کیوں یہ من گھڑت دعوی کیا، کیوں کہ انہیں خوف تھا کہ امریکہ اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں اگر معاہدہ ہوا تو امریکی اور نیٹو افواج کا انخلا یقینی ہوگا اور ان کے انخلا کے بعد طالبان دوبارہ اقتدار کا کنٹرول سنبھالیں گے اور ان کے اقتدار کا سورج غروب ہوگا اس لئے انہوں نے دنیا کو یہ باور کرایا کہ طالبان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے باوجود افغانستان میں امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی دیگر شدت پسند گروپس کا خاتمہ ممکن ہو سکے گا، جن کی موجودگی سے دنیا کے امن کو خطرہ درپیش رہے گا۔ اگر کابل حکام سے ان 22 گروپس کے نام کے بارے میں پوچھیں تو وہ شاہدان کے نام کی فہرست بھی مکمل نہ کریں۔

اس کے علاوہ کابل حکام وقتاً فوقتاً یہ الزامات بھی لگاتے ہیں کہ طالبان کی صفوں میں شمالی صوبوں میں ازبک، ترکمن، چیچن اور دیگر ممالک کے جنگجو شامل ہیں جبکہ جنوبی صوبوں میں پاکستان کے طالبان شامل ہیں اور بدخشان میں القاعدہ کے کمانڈر جنگ کی قیادت کر رہے ہیں۔

لیکن قوم جانتی ہے کہ دوحہ معاہدے کے بعد ان الزامات کی کوئی اہمیت نہیں رہی، کیوں کہ جن قوتوں نے طالبان کو دہشت گرد قرار دیا تھا اب ان کے نزدیک طالبان دہشت گرد نہیں بلکہ افغانستان کی مضبوط عسکری اور سیاسی قوت ہے، جو ممالک طالبان کے ساتھ مثبت تعلقات قائم کرنے کے خواہاں تھے لیکن خوف کی وجہ سے یہ تعلقات قائم نہیں کر سکتے تھے انہوں نے امن مذاکرات کے بعد کھل کر طالبان کے ساتھ اپنے مثبت تعلقات استوار کئے اور انہیں اپنے ممالک کے دورے کی دعوت دی۔

ان تمام الزامات کا بہترین جواب طالبان نے 19 برس کے دوران اتحاد اور اتفاق سے دیا، انہوں نے تمام تر مشکلات کے باوجود اپنا اتحاد برقرار رکھا، انہوں نے جنگ بندی کے دوران اپنے اتحاد کی بہترین مثال قائم کر دی۔ امارت اسلامیہ کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے، مجاہدین دیہاتوں میں رہتے ہیں، انہیں کھانا پینا عوام فراہم کرتے ہیں۔ ہزاروں مجاہدین گرفتار اور جام شہادت نوش کر چکے ہیں لیکن اس کے باوجود اب بھی میدان جنگ میں ہزاروں مجاہدین سرگرم عمل ہیں بلکہ ہر سال ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو عوامی حمایت کا ثبوت ہے۔

کچھ عناصر طالبان اور داعش کو عسکری کارروائیوں کے لحاظ سے ایک جیسے سمجھتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبان نے اس ملک پر پانچ سال حکومت کی ہے، دو عشروں سے مسلسل امریکہ اور نیٹو افواج کے خلاف بر سرپیکار ہیں، انہوں نے قندوز، فراہ، ہلمند، غزنی اور روزگان جیسے صوبوں اور 60 کے قریب اضلاع پر اپنا کنٹرول قائم کیا ہے، اس وقت بھی ملک کے 70 فیصد رقبے پر ان کا کنٹرول ہے، وہ ہر روز ملک کے مختلف صوبوں میں افغان فورسز کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر حملے کرتے ہیں، پیشرفت کرتے ہیں، فتوحات حاصل کرتے ہیں، کیا داعش نے کبھی کسی علاقے، ضلع یا صوبے پر قبضہ کیا ہے؟ داعش ایک ڈرامہ ہے جس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اس کی آڑ میں سازشی عناصر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

امریکا کے عسکری حکام جنگ جاری رکھنے کے خواہاں ہیں، ان کے مفادات جنگ کے دوام میں مضمر ہوں گے، اس لئے وہ داعش کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں، قیدیوں کی عدم رہائی میں بھی امریکی جرنیلوں کا ہاتھ ہے، فضائی حملوں اور رات کے چھاپوں میں بھی ان کی سازش شامل ہے، کابل حکام نے ہر وقت امریکہ اور مغرب کے مفادات کے تحفظ کے لئے کردار ادا کیا ہے، گزشتہ پانچ سال کے دوران اشرف غنی نے مادر بم، نہتے شہریوں کی ہلاکتوں اور انسانیت سوز مظالم پر مجرمانہ خاموشی اختیار کی تھی اور ایک بار تو اعتراف بھی کیا کہ افغان فورسز نیویارک اور واشنگٹن کے تحفظ کے لئے قربانیاں دے رہی ہیں۔ امریکہ کے سیاسی حکام کابل انتظامیہ کے درمیان اختلافات اور سیاسی عدم استحکام کو جواز بنا کر قیدیوں کی رہائی کی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

امریکی جارحیت سے قبل شرپسند عناصر کے خلاف طالبان کا جہاد جائز تھا اور اس جنگ کو خانہ جنگی کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔ جب امریکہ اور نیٹو افواج نے ایک آزاد اسلامی ملک پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کیا اور اس ملک کو محاذ جنگ میں تبدیل کر دیا جن کے خلاف افغان عوام نے امارت اسلامیہ کی سرپرستی اور قیادت میں جہاد کا علم بلند کیا اور مزاحمت شروع کر دی، اب کچھ عناصر اس جنگ کو ناجائز اور غیر قانونی سمجھتے ہیں اور امریکہ کے ساتھ معاہدے کے بعد جنگ کو خانہ جنگی قرار دیتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ افغان فورسز امریکی افواج کی پیداوار ہیں، ان کی عسکری تربیت اور آلات حرب کی فراہمی امریکی فوج کی ذمہ داری ہے، نہتے افغانوں کے خلاف 19 برس سے قابض اور کٹھ پتلی فورسز شانہ بشانہ کارروائیاں کر رہی ہیں، وہ ایک محاذ پر مجاہدین کو نشانہ بنا رہی ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں ایک مورچے سے امریکی اور افغان فورسز کی فائرنگ سے طالبان نشانہ بنتے ہیں یا مجاہدین کی فائرنگ سے ایک مورچے میں بیٹھے امریکی اور افغان اہل کار ہلاک ہوتے ہیں، کیا امریکی فوجی ہلاک اور افغان اہل کار شہید سمجھا جاتا ہے یا اس کا حکم بھی امریکی فوجی کی طرح ہے؟ ظاہر ہے کہ کسی کافر کی فائرنگ سے ملک اور اسلام کے دفاع کے لئے لڑنے والا مجاہد جام شہادت نوش کرتا ہے تو وہ شہید ہی کہلایا جاتا ہے اور مجاہد کی فائرنگ سے امریکی فوجی مارا جاتا ہے تو وہ ہلاک ہوگا اور اس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے افغان اہل کار بھی ہلاک ہوں گے، یہ بات کوئی سالم عقل تسلیم نہیں کرتی کہ امریکی فوجی اور مجاہد تو ہلاک ہوں گے اور افغان اہل کار شہید ہوگا، یہ غیر معقول بات ہے۔

امن عمل کو سبوتاژ کرنے والے عناصر یہ جان لیں کہ طالبان نے 19 برس تک جس عظیم مقصد کے لئے جدوجہد کی ہے وہ اپنے مقصد پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے، طالبان افغان حکومت میں شمولیت اختیار کریں گے اور نہ ہی کابل انتظامیہ کے سربراہ کی زیر قیادت چند وزارتیں قبول کریں گے، بلکہ تمام افغانوں کے اتفاق رائے سے ملک کے بہتر مستقبل کے لئے متفقہ آئین بنانے کی ضرورت ہے جس پر تمام افغان اتفاق کریں گے اور نئی اسلامی حکومت میں سب شامل ہوں گے۔ تب ملک امن کا گہوارہ بنے گا۔

امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ مجسم آزادی

عبد الستار سعید

آزادی انسانی بنیادی حقوق میں سے ہے۔ جس طرح انسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح انسانی برادری، قوم یا ملک کو بھی آزادی کا حق حاصل ہے۔ہمیشہ سے دنیا میں آزادی کو پانی اور ہوا کی طرح انسانی زندگی کا لازمی عنصر سمجھا جاتا رہا ہے۔ آزادی انسان یا انسانی معاشرے کے لیے اہم ضرورت ہے۔ قومیں اپنی آزادی کے دفاع کے لیے صدیوں تک جدوجہد کرتی رہی ہیں۔ غلامی اور دوسروں پر انحصار سب سے گھناؤنا جرم سمجھا جاتا ہے۔

موجودہ دنیا میں نو آبادیات اور عالمگیریت کے آغاز کے ساتھ ہی دنیا سپر پاورز اور نو آبادیات میں تقسیم ہو گئی۔ بہت سی قومیں مغربی نو آبادیاتی حکمرانی کے تحت آ گئیں۔ ان سے آزادی چھین کر انہیں طویل عرصے تک غلام رکھا گیا۔ حتیٰ کہ دنیا کی بیشتر قومیں غلامی کی عادی ہو گئیں۔ اس ضمن میں استعمار نے آزادی سے محروم ہونے والی اقوام کے لیے اپنے مفادات کے پیش نظر آزادی کے حقیقی معنی بھی مسخ کر دیے۔ اس نے میڈیا اور ثقافتی جارحیت کے ذریعے یہ باور کرایا کہ آزادی کا مطلب سیاسی آزادی نہیں، بلکہ انفرادی آزادی (لبرل ازم) ہے۔ لہٰذا اگر آپ مغربی غلامی کے طوق میں جکڑے ہوئے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ کو انفرادی آزادی حاصل ہے۔ آپ مغربی لبرل ثقافت کا استعمال کرتے ہوئے جو چاہیں، کر سکتے ہیں۔

حریت اور آزادی کے اس قحط میں اللہ رب العزت نے افغانستان میں ملا محمد عمر مجاہد کو پیدا کیا۔ ملا صاحب نے بطور امیر المومنین اسلامی سیاست کے فراموش کردہ تصورات کو زندہ کیا۔ اسلامی معیارات پر شرعی نظام قائم کیا۔ اسی طرح انہوں نے دنیا کی غلام قوموں اور حکمرانوں کو آزادی کا سبق بھی سکھایا۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ افغانستان آزادی کی جدوجہد کے ہیرو، قوم کی عزت و ناموس کے محافظ اور اسلامی نظام کے نفاذ اور اپنی دھرتی کی خود مختاری کے لیے تحریک کے قائد تھے۔ وہ ایک عظیم مجاہد رہبر، حریت پسند اور جنگ آزادی کے نامور سپوت اور زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھے۔

میں نے امارت اسلامیہ کے ایک سینیئر رہنما سے پوچھا کہ 'آپ ملا صاحب کے قریب رہتے تھے، آپ کے خیال میں ملا صاحب کی سب سے بڑی خوبی کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ 'میں نے موجودہ حکمرانوں کی صورت حال کا مطالعہ کیا اور پھر میں نے ملا محمد عمر مجاہد کی سیاست اور قیادت دیکھی تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ملا صاحب وقت کے سب سے زیادہ حریت پسند حکمران تھے۔ انہیں اپنے فیصلوں اور اقدامات میں مکمل آزادی حاصل تھی۔ وہ کسی بین الاقوامی یا علاقائی ملک یا گروہ کے زیر اثر نہیں تھے۔

آج دنیا کے بیشتر حکمران پرائی طاقتوں کے اس قدر غلام بن چکے ہیں کہ وہ اپنا مقدر امریکا، روس، برطانیہ، چین یا کسی دوسری سپر پاور کے ماتھے پر دیکھتے ہیں۔ وہ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں، پہلے وہ اس کی عالمی طاقتوں سے رضامندی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے فیصلوں میں اپنے مذہب، ملک اور عوام کے بجائے غیر ملکی طاقتوں کے مفادات کو یقینی بنانے پر توجہ دیتے ہیں۔ ملا محمد عمر مجاہد خدا تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے تھے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ کے علاوہ دنیا میں کسی ملک یا سپر پاور کے سامنے سر جھکانے کے قائل نہیں تھے۔

در حقیقت اس طرح کی آزادی کی اصل وجہ ملا صاحب کی ایمان داری اور کامل یقین تھا۔ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ خدا کی محبت اور خدا کا خوف کسی دوسری محبت اور خوف سے زیادہ مضبوط ہے۔ جس شخص کا دل اللہ کی محبت اور خوف سے معمور ہو، اس دل سے باقی ساری محبتیں اور خوف نکل جاتے ہیں۔ چناں چہ مرحوم ملا صاحب

ایک سچے مومن کی حیثیت سے اللہ سے ڈرتے تھے۔ اللہ کے خوف سے اپنے دل میں کسی اور کے خوف کو جگہ نہیں دیتے تھے۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ اشرف غنی کی سربراہی میں کابل انتظامیہ ہر فیصلے میں امریکی مزاج کی طرف دیکھتی ہے۔ اشرف غنی نے کابینہ کے انتخاب کا آغاز کیا، لیکن جب ایلس ویلز نے امریکا سے ٹویٹ کی تو کابل حکام نے فوراتوبہ کرتے ہوئے ایک سرکاری بیان جاری کیا کہ کابینہ کے ارکان کی تقرری کا عمل روک دیا گیا ہے۔ یہ صرف کابل حکام نہیں ہیں، بلکہ بیشتر محکوم ممالک کے حکمران آزادی کی نعمت سے محروم ہیں۔

ملا صاحب ان سے بہت مختلف تھے۔ امریکی حملے سے قبل جارج ڈبلیو بش نے بین الاقوامی فوجی اتحاد تشکیل دیا اور دنیا کے محکوم ممالک کے حکمرانوں نے امریکا کی خوش نودی کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کی۔ ایک دن ملا صاحب قندھار میں ریڈیو سن رہے تھے کہ بش نے متکبرانہ انداز اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ 'میں اسامہ بن لادن کو مردہ یا زندہ چاہتا ہوں۔' ملا صاحب نے جواب دیا کہ 'خدا کی قسم! آپ کو اسامہ زندہ ملے گا اور نہ ہی مردہ ملے گا۔'

اس طرح کا فیصلہ کن اور یقینی ردعمل جدید دور کے غلام ذہن والے حکمرانوں کے لیے قابل فہم نہیں ہے۔ اسلام اور انسانیت کی بنیاد پر یہ جواب سو فیصد درست ہے۔ یہ جواب خدا کے سچے اور آزاد بندے کے منصب کی نمائندگی کرتا ہے۔

علامہ اقبال 'آزاد انسان' کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

مرد حر محکم ز وردلا تخف
ما بمیدان سر بجیب او سر بکف
مرد حر از لاالہ روشن ضمیر
می نگردد بندۂ سلطان و میر
مرد حر چون اشتران باری برد
مرد حر باری برد خاری خورد
پای خود را آنچنان محکم نهد
نبض رہ از سوز او بر می جهد
دارد اندر سینہ تکبیر امم
در جبین اوست تقدیر امم
قبلۂ ما گہ کلیسا۔ گاہ دیر
او نخواهد رزق خویش از دست غیر
ما ہمہ عبد فرنگ او عبدہ
او نگنجد در جهان رنگ و بو
کار ما وابستۂ تخمین و ظن
او ہمہ کردار و کم گوید سخن
ما گدایان کوچہ گرد و فاقہ مست
فقر او از لاالہ تیغی بدست
شکوہ کم کن از سپہر گرد گرد
زندہ شو از صحبت آن زندہ مرد
صحبت از علم کتابی خوشتر است
صحبت مردان حر آدم گر است
می ترویدتخم دل از آب و گل
بی نگاہی از خداوندان دل
اندر این عالم نیرزی با خسی
تا نیاویزی بداماں کسی

علامہ اقبال کی یہ نظم بہت طویل ہے۔ اس میں ایک سچے مومن کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جب بھی میں یہ نظم پڑھتا ہوں تو موجودہ زمانے میں مجھے سوائے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے کوئی حکمران نظر نہیں آتا، جو اس نظم کا مصداق ہو۔ اگر ملا صاحب کو مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ موجودہ دور میں مجسم آزادی تھے۔

فکر و ثقافت بارے ہماری ذمہ داری

محسن پکتین

لوگ افغانستان کو ظالم قوتوں کا قبرستان کہتے ہیں۔ میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ ہمارے معاشرے میں قبرستان ایک ایسی جگہ ہے، جو موت اور مردوں کا گھر سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اسے بدفالی کے طور پر لیتے ہیں۔ اسے آسیب اور خوف کا علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ افغانستان 40 سالہ جنگوں کے بعد اب مزید ایسا نہیں رہے گا۔ مغربی فکر اور ثقافت کو فروغ دینے کے لیے امریکا یہاں اپنی تاریخ کی سب سے طویل جنگ لڑ رہا ہے۔ ہماری ایک نسل اس جنگ میں جوان ہوئی ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں، جو اپنی اسلامی فکر اور ثقافت سے اجنبیت محسوس کرتے ہیں۔ اپنے مذہب، روایات، دستور، اقدار اور اپنی ملی و مذہبی تاریخ کے حوالے سے ان کے ذہن خالی ہیں۔ وہ جہاد بارے زیادہ نہیں جانتے۔ اس لیے اپنی فکر و ثقافت کی تعمیر نو اور اس کا تحفظ ہماری پہلی ذمہ داری ہے۔

بہت سے ایسے نوجوان جارحیت کے اس دورانیے میں بڑے ہوئے، وہ اپنی اسلامی فکر اور ثقافت زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ بہت سوں نے اس جارحیت کے خلاف ہتھیار بھی اٹھائے ہیں۔ انہوں نے مختلف طرح سے جنگ میں اپنا فرض ادا کیا ہے۔ جب کہ بہت سے ایسے ہیں، جو غیروں کی ثقافت، بے راہ روی اور بے حیائی سے متاثر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کی تعلیم و تربیت یورپ یا کسی اور ملک میں ہوئی ہے یا یہ کمیونسٹ ذہن کے لوگ ہیں۔ یہ فکری تذبذب کے باعث اس قدر کمزور تھے کہ امریکا نے ان پر سرمایہ کاری کر کے اپنی راہ ہموار کی ہے۔ امریکا کو ان ہی سے توقع ہے کہ یہ مغربی ثقافت اور فکر کو آگے بڑھائیں گے۔ شکست خوردہ صلیب پرستوں کا خیال ہے کہ بیس سال میں جو فکری غلام ان کے ہاتھ آئے ہیں، ان کے ذریعے خلیجی ممالک کی طرح افغانستان کو بھی ہمیشہ اپنی فکری اور ثقافتی طاقت کے دباؤ میں رکھیں گے۔ امریکا عسکری جنگ میں شکست کے بعد فکری میدان میں کامیاب ہونے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ان فکری غلاموں نے سوویت یونین کی جنگ سے عبرت نہیں پکڑی۔ روس بھی ایسی وحشیانہ طاقت کے ذریعے یہاں الحاد اور اپنی ثقافت نافذ کرنا چاہتا تھا۔ امریکا بھی ایسی مقصد سے آیا ہے۔ دونوں ہی کو عبرت ناک شکست ہوئی ہے۔ دوحہ معاہدے کے بعد جارحیت اپنے اختتام کو پہنچی ہے۔ غیروں کی مداخلت بند کر کے اس کا خاتمہ کیا جائے گا اور اسلامی نظام کا قیام ہوگا۔ جس سے یہ فکری اور ثقافتی تباہی بھی اختتام کو پہنچ جائے گی۔ پروپیگنڈا، مغربی اصطلاحات اور بہانہ تراشیاں یہ سب چیزیں صلیبی استعمار کا اہم حصہ ہیں۔ ہم ایسے دورے میں جی رہے ہیں، جہاں سب سے بڑھ کر اپنی قوم کی فکری تعمیر اہم اور بڑی ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے ذرا سی بھی غفلت غیروں کی فکر سے متاثر لوگوں کے لیے سنہری موقع بن سکتی ہے۔

مغرب ہمارے لوگوں کی محرومی اور غربت سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ وہ دنیا کا ذرا سا مال دے کر ہم سے سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ایمان چھین رہا ہے۔ کابل انتظامیہ اپنے ہلاک شدہ فوجیوں، معذوروں اور قیدیوں کو ان کا حق نہیں دیتی۔ ان کا علاج نہیں کیا جاتا۔ اس کے باوجود جہاد، طالبان اور ان کے مستقبل بارے لوگوں کے ذہنوں میں زہر بھرا گیا ہے۔ انہیں مقتول فوجیوں کا قاتل قرار دے کر متعارف کرایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی فوجی کی ہلاکت کے بعد اس کا خاندان طالبان کے

قریب ہونے کی خواہش ہی نہیں کرتا۔ عوام کی اس حالت سے دشمن کو غلط فائدے اٹھانے کا موقع نہ دیا جائے اور طالبان اس نازک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دعوتی اور امدادی پروگراموں کے ذریعے ان کی جاہلی غیرت اور اختلاف کا خاتمہ کریں۔ انہیں اپنے قریب کریں۔ اپنے وسائل کے حد تک زندگی کے اہم معاملات میں ان کے ساتھ تعاون کریں۔ ان کے بچوں کو علاقائی مدارس، مکاتب یا یتیم خانوں میں تعلیم کے مواقع فراہم کریں۔ اس سے ان کی فکری تربیت میں بڑی تبدیلی آئے گی۔ غیروں کی جانب سے پیدا کیے گئے سوالات، اندیشوں اور خدشات کا خاتمہ ہو گا۔ جو نوجوان اور یتیم بچے بے راہ روی کا شکار ہیں اور اُن کے غیروں سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہیں، اگر انہیں اپنی فکر اور ثقافت کی تربیت دی جائے تو اس سے ان بے آسرا یتیموں کے دل جیتے جاسکتے ہیں۔ اس سے ہم جہاد کی اس 26 سالہ جدوجہد کے مقاصد تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ یہ ہماری سب سے بڑی کامیابی ہو گی۔

غیروں کی فکر سب سے زیادہ نوجوان نسل کے لیے خطرناک ہوتی ہے۔ اگر جارحیت کے خاتمے کے بعد بھی ہمارے درمیان غیروں کی اصطلاحات کا استعمال جاری رہا، جلد از جلد اپنی فکری اصطلاحات عام نہ کی گئیں، غیروں کی گمراہ کن اور فکری تباہ کار پروپیگنڈے کا جواب نہ دیا گیا، نوجوان نسل کو سمجھانے کے لیے مؤثر پروگرام سامنے نہ لائے گئے تو اس کے نتائج سنگین ہوں گے۔ جب کہ ایسے حالات میں امریکا نے طالبان کے ساتھ معاہدے پر دستخط کر دیے ہیں، طالبان نے بھی اپنے موقف کے مطابق افغان حکومت پر حملے کم کر دیے ہیں۔ کابل حکومت کو بھی یہ امید نہیں کہ وہ طالبان کے خلاف جنگ جیت جائے گی، اس کے باوجود امریکا کی جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور کابل انتظامیہ اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کو ایک ردعمل پر ابھارنا چاہتے ہیں، تاکہ طالبان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کیا جا سکے۔ اس نازک مرحلے پر طالبان اور ملک کے نوجوان طبقے کے درمیان مستقبل کے حوالے سے خدشات پیدا کیے جائیں۔

طالبان یہ سب دیکھ رہے ہیں۔ حالات کی نزاکت ان کے سامنے ہے۔ وہ ایسے اقدامات کا اچھی طرح جواب دے سکتے ہیں۔ امریکا کابل حکومت کا استعمال کرتے ہوئے بار بار معاہدے کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ معاہدے پر صحیح طریقے سے عمل درآمد کی راہ میں بہت رکاوٹیں ہیں۔ طالبان اور عام لوگوں کو بے انتہا نقصان پہنچنے کے باوجود طالبان نے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ جب کہ امارت کی طرف سے بار بار عام معافی کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ افغان فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے کا کہا جا رہا ہے۔ طالبان اپنی بساط کی حد تک انہیں سمجھا رہے ہیں۔ انہیں غیروں کی سازشوں کی جانب متوجہ کر رہے ہیں۔ حال ہی میں بہت سے فوجی اور پولیس اہل کار طالبان سے مل گئے ہیں۔ یہ سلسلہ مزید جاری ہے۔

ہمارے بااحساس نوجوان، سوسائٹی اور میڈیا کے کارکن، مصنفین، صحافی اور عام اسلام پسند اصحاب دانش کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پروپیگنڈا اور زندگی کے معاملات سے متعلق اصطلاحات فکر اور ثقافت کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں۔ اس جانب متوجہ رہنا چاہیے۔ ہم جس حساس مرحلے پر ہیں تو پروپیگنڈے کے حوالے سے بھی حساس رہیں۔ اپنی تحریروں اور بیانات میں غیروں کی اصطلاحات کا استعمال نہ کیا جائے۔ اپنی وہ اصطلاحات استعمال کی جائیں، جو دینی اور ثقافتی رنگ رکھتی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ عام اور خاص لوگوں، نوجوان نسل اور غیروں کی فکری تخریب کاری کا شکار لوگوں کو سمجھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ تاکہ زندگی کی کسی پہلو میں غیروں کی اصطلاحات اور تقلید باقی نہ رہے۔

کرونا وائرس اور کابل انتظامیہ کے ہتھکنڈے

سیف العادل احرار

جس طرح کابل حکام نے القاعدہ اور داعش کے نام پر امریکا اور بیرونی دنیا سے بڑی رقم حاصل کی اور اپنا بینک بیلنس بڑھایا، اسی طرح حال ہی میں جب پوری دنیا میں کرونا وائرس کی وبا پھیلی تو انہوں نے یہ موقع پھر غنیمت سمجھ کر اعلان کیا کہ افغانستان میں کرونا مرض سے دس لاکھ افراد متاثر اور ایک لاکھ افراد لقمہ اجل بن سکتے ہیں۔ اس اعلان کا جو نتیجہ سامنے آیا، وہ ان کی توقع کے خلاف ثابت ہوا۔ امریکی صدر ٹرمپ نے افغانستان سے تمام امریکی فوج کے انخلا پر زور دیا ہے۔ وہ ہر روز اپنے مشیروں سے تمام فوج کے انخلا پر مشاورت کر رہے ہیں۔ اس اعلان سے کابل حکام بوکھلا گئے اور اب ایک بار پھر اعلان کیا کہ وہ افغانستان میں کرونا وائرس پر قابو پا سکتے ہیں۔

کچھ دن پہلے اشرف غنی کے نائب صدر امر اللہ صالح نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں کہا کہ وہ کرونا کے خلاف ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ کابل انتظامیہ کی کرونا کے خلاف جنگ دنیا اور خطے کی سطح پر بے مثال ہے۔ امر اللہ صالح نے کہا کہ کرونا کی وجہ سے پیدا ہونے والے معاشی بحران کے نتیجے میں بہت سے لوگ بھوک سے دوچار ہیں۔ حکومت کا منصوبہ ہے کہ وہ ضرورت مند لوگوں کو کھانا فراہم کرے۔ انہوں نے متعدد بار کہا کہ کابل شہر میں روزمرہ کمانے والے افراد کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار سے زیادہ ہے۔ چوں کہ بازار بند ہیں اور لاکھوں شہریوں کو فوری خوراک کی اشد ضرورت ہے۔ حکومت نے ان خاندانوں کو فوری طور پر کھانا مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کابل انتظامیہ کے اعداد و شمار کے مطابق صرف وفاقی دارالحکومت کابل شہر میں ایک لاکھ 25 ہزار خاندان غربت کی وجہ سے فقر و افلاس کا شکار ہیں۔ شہری انتظار کر رہے تھے کہ کابل انتظامیہ کی جانب سے ان ضرورت مند شہریوں کو کھانا فراہم کیا جائے گا۔ جب کہ پتا چلا کہ کابل حکام کی جانب سے ضرورت مند خاندانوں کے لیے خوراک کی تقسیم شروع ہو گئی ہے۔ اشرف غنی کے نمائندہ خصوصی وحید عمر نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ انہوں نے ہر ضرورت مند خاندان کو ساڑھے چار کلو گندم دی ہے۔ سوشل میڈیا پر پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے تھیلوں میں گندم کی تصاویر شائع کی گئیں۔ جس پر شہریوں نے شدید طنزیہ ردعمل کا اظہار کیا۔ ساڑھے چار کلو امدادی گندم بارے شہریوں کا ردعمل ختم نہیں ہوا تھا کہ کابل حکام نے ہر خاندان کو پانچ پانچ سوکھی روٹیاں فراہم کرنے کا اعلان کیا اور تمام تندوروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ضرورت مند اور غریب خاندانوں میں پانچ پانچ سوکھی روٹیاں تقسیم کریں۔

عوام کو یہ معلوم نہیں کہ کابل حکام واقعی غریب عوام کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں یا ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ غضب ناک شہریوں نے سوشل میڈیا پر کابل حکام پر شدید تنقید کی اور سوال کیا کہ کیا چار کلو گندم سے غریب عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں؟ دوسری طرف کرونا سے متاثر افغان ڈاکٹرز کے لواحقین کا کہنا ہے کہ ان کے اہل خانہ کرونا سے متاثر ہو رہے ہیں۔ حکام نے ابھی تک اس بیماری کے رزلٹ فراہم نہیں کیے ہیں۔ حالاں کہ میڈیا پر چرچا ہو رہا ہے اور کابل حکام ہر روز بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں کہ وہ کرونا کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ پرنٹ اور

الیکٹرانک میڈیا پر اعلی حکام کی تصاویر جاری کی جاتی ہیں، جب کہ اشرف غنی نے ماسک باندھ کر کرونا کے خلاف مقابلہ کرنے کا نمائشی اعلان کیا۔

جنگ زدہ ملک میں غریب عوام کی تعداد اس اندازے سے کئی گنا زیادہ ہے، جو کابل حکام کی جانب سے جاری کی جاتی ہے۔ امریکی جارحیت کے سائے تلے چند لوگ تو سرمایہ دار بن گئے، لیکن عام شہری غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کابل حکام کے اس مذاق سے بہتر ہے کہ مخیر حضرات آگے بڑھیں اور غریب لوگوں کی دادرسی کریں۔ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ اس صورت حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام عوام کو کرپٹ حکام کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ وہ بیرونی دنیا سے امداد حاصل کرنے کے درپے ہیں۔ عالمی برداری کو بھی اب کابل انتظامیہ پر اعتماد نہیں ہے۔ کیوں کہ انہوں نے پچھلے اٹھارہ سالوں میں اربوں روپے کی کرپشن کی ہے۔ ایک حکومت کی جانب سے غریب شہریوں کے ساتھ چار کلو گندم یا سوکھی روٹی کا تعاون نہ صرف باعثِ شرم ہے، بلکہ امداد حاصل کرنے والے غریبوں کے لیے بھی کسی عار سے کم نہیں ہے۔

امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں بھی کرونا وائرس سے عوام کو آگاہ کرنے کے لیے مختلف صوبوں میں تقریبات جاری ہیں۔ امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے صحت کے ذمہ داران نے ان تقریبات میں میڈیا کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا، تاہم کابل انتظامیہ نے جان بوجھ کر راستے میں حالات خراب کرنے کی کوشش کی۔ عام طور پر جب بھی ملک پر برے دن اور ہنگامی حالات آتے ہیں تو گاؤں اور محلے میں لوگ پرانی دشمنی بھول جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ مخیر حضرات غریب لوگوں کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں۔ مشکل وقت میں اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔ انسانی اخلاقیات اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہیں۔ مشکل دور میں حکمرانوں کو اپنے عوام کے ساتھ ہمدردی، شفقت اور ایثار سے پیش آنا چاہیے۔ غریبوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

جب کہ اشرف غنی افغانستان میں اسلامی عدالت اور فوری انصاف فراہمی کے دعوے دار ہیں۔ وہ کرونا وائرس کی مد میں ملنے والی امداد میں غبن اور کرپشن کر رہے ہیں۔ ستم ظریفی یہ کہ ایک طرف افغانستان میں وبا کی تباہی پھیل رہی ہے اور دوسری جانب اس بیماری کی وجہ سے مارکیٹس بند ہو چکی ہیں۔ ملک میں معاشی بحران پیدا ہو رہا ہے۔ غربت اور بے روزگاری عروج پر ہے۔ خوراک کی شدید قلت ہے۔ اس ہنگامی صورت حال میں حکمرانوں کو چاہیے وہ عوام کو ریلیف دیں۔ غیر ضروری اخراجات میں کمی لائیں۔ بچائی گئی رقم غریبوں کی مدد کے لیے تقسیم کریں۔

کابل حکام چوری اور لوٹ مار کے عادی ہیں۔ وہ بیرونی امدادی رقم میں بھی کرپشن کر رہے ہیں۔ صوبہ زابل کے اعلی حکام کے درمیان امدادی رقوم میں کرپشن پر جھگڑا ہوا۔ چور حکمرانوں سے قوم کو خیر کی توقع نہیں ہے۔ حال ہی میں ایک رپورٹ شائع ہوئی کہ صوبہ بلخ کے کرونا متاثرین کے لیے سامان کی خریداری میں بڑے پیمانے پر کرپشن ہوئی ہے۔ وزارت صحت کے عملے نے چائے کے ایک پیکٹ پر 5 ہزار افغانی، تین کلو چاول ڈھائی ہزار افغانی، ایک تکیے کے لیے 800 افغانی، ایک کمبل کے لیے 1250 افغانی رقم ادا کی گئی۔

یہ حیران کن اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اس امدادی پیکج میں کتنی کرپشن کی گئی ہے۔ قوم کو ان کرپٹ عناصر پر اعتماد نہیں ہے۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور غریبوں کی مدد کریں۔

اشرف غنی محتاط ڈاکو

قاری حبیب

اشرف غنی نے چند دن قبل ایک فرمان جاری کر کے افغانستان کی وزارت خزانہ کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جس کے تحت اس وزارت کے تین اہم حصے وزارت خزانہ سے الگ کر کے براہ راست صدارتی محل کے ماتحت کر دیے گئے ہیں۔ اشرف غنی نے اس فرمان کے تحت پہلے وزارت خزانہ کو تین اہم حصوں میں تقسیم کیا۔ ٹیکسیشن، کسٹم محصولات، بجٹ اور خزانہ جات۔ ان تین مستقل اداروں کو فائنانس سے الگ کر دیا اور صدارتی محل میں براہ راست صدر آفس کے ماتحت کر دیا۔ اس طرح فائنانس منسٹری ایک بے اختیار انتظامیہ کی طرح رہ گئی، جو صرف انتظامی اور لاجسٹک تعاون کی حد تک علامتی ذمہ داریاں ادا کرے گی۔

اشرف غنی نے اپنے دوسرے دور میں ایسا کیوں کیا؟ مبصرین اور اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے کہ ان کی کوشش ہے کہ اس بار ماضی کی نسبت زیادہ مال جمع کیا جا سکے۔ اسی لیے تمام تر حکومتی بجٹ اور مالی حساب کتاب کے تمام اختیارات بلاشرکت غیرے مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں لے لیے گئے ہیں۔ فائنانس منسٹری حکومت کے اہم ترین ستونوں میں سے ایک ہوتی ہے۔ اس وزارت میں سالانہ پانچ ارب ڈالر سے زیادہ کی رقم کا لین دین ہوتا ہے۔ جن میں سے دو ارب داخلی ذرائع آمدن ہیں اور تین ارب ڈالر بیرونی امداد کی مد میں ہوتے ہیں۔ چار لاکھ سرکاری ملازمین، دو لاکھ وزارت تعلیم کے ملازمین اور تین لاکھ سکیورٹی اداروں کے اہل کاروں کو تنخواہیں یہی وزارت دیتی ہے۔ یہ بہت بڑی رقم ہے، جسے اشرف غنی اپنے زیر اختیار لانا چاہتے ہیں۔

اشرف غنی پہلے اس وزارت کے ذرائع آمدن سے چوری نہیں کر سکتے تھے۔ قانون کی رو سے فائنانس منسٹری پارلیمنٹ کو جواب دِہ ہے۔ اراکین پارلیمنٹ کو حق حاصل ہے کہ وزارت کے امور کی نگرانی کرے۔ اگر اشرف غنی اس وزارت سے چوری کرتے تو پارلیمنٹ کی پکڑ میں آتے۔ اشرف غنی نے اس وزارت کے تین اہم اداروں ٹیکسز، کسٹم ڈیوٹیز اور بجٹ کو الگ مستقل وزارتوں کا درجہ دے دیا ہے۔ اب ایک مخصوص بورڈ ان اداروں کی نگرانی کرے گا، جس کی سربراہی بذات خود اشرف غنی یا ان کے کوئی مشیر کریں گے۔ یہ اعلیٰ سطح کا بورڈ قانون کی رو سے پارلیمنٹ کو جواب دہ نہیں ہے۔ اس لیے اشرف غنی بڑے اطمینان سے پانچ سال تک کرپشن کر سکتے ہیں۔

یاد رہے اشرف غنی جدید طریقے سے کرپشن کے موجد ہیں۔ اس سے قبل اقتدار کے پہلے دور میں بھی کچھ نئے اداروں کی تاسیس کر کے چوری کے طریقے ایجاد کر چکے ہیں۔ مثال کے طور پر پہلے ہر وزارت کے اکثر معاہدوں اور منصوبوں پر عمل درآمد وزارت خود کرتی یا وزارت خزانہ کا متعلقہ شعبہ کرتا تھا۔ اشرف غنی نے آکر ایک کمیشن قائم کیا، جس کے سربراہ خود بن گئے۔ تمام چھوٹے بڑے منصوبے خود دیکھنے لگے۔ اس کمیشن کا ایک سب سے بڑا معاہدہ کابل کے علاقے درالامان میں سیکرٹریٹ کمپلیکس بنانے کا تھا۔ یہ ایک اعشاریہ دو ارب ڈالر کے تخمینے میں سو ہیکٹر زمین پر بننا تھا۔ اشرف غنی نے یہ اہم اور اربوں کا پروجیکٹ 'خطیب العالمی' کے نام سے اس لبنانی کمپنی کو دیا، جس میں اشرف غنی کے برادر نسبتی اعلیٰ عہدے دار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اشرف غنی نے 'رولا غنی' (اشرف غنی کی عیسائی بیوی) کے عیسائی بھائیوں اور بیرونی کمپنیوں کے ساتھ مل کر افغانستان میں لوٹ مار شروع کر رکھی ہے۔ لوٹ مار کے لیے ایک طریقہ '91'احتیاطی کوڈ' کی تاسیس تھی۔ اشرف غنی نے اس طریقے سے سیاسی حامیوں کی خریداری، پروپیگنڈا مہم، برطرفی اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں کا کام لیا۔ یہ اربوں افغانی اس طرح سے چوری کیے کہ ان کا واپس حاصل کرنا بھی مشکل ہو گیا۔

درجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے اشرف غنی بھی سابق کرپٹ حکمرانوں اور ڈاکوؤں کی طرح ایک قزاق ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے کھلم کھلا چوری کی اور اس سے اپنے محلات بنوائے۔ سب ان کی لوٹ مار اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے۔ جب کہ اشرف غنی معاشی اسپیشلسٹ ہیں۔ لوٹ مار کے جدید طریقوں سے واقف ہیں۔ اس لیے یہ چوری اس طرح سے کرتے ہیں کہ کوئی بہ آسانی ان کی چوری پکڑ نہیں سکتا۔

امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی

موسیٰ فرہاد

آپ سورج کی مانند ہیں۔ غروب آفتاب کے بعد لاتعداد ستارے چمک گئے۔ آپ نے راہ حق میں ہمارے لیے قربانی کے ستارے چھوڑ دیے ہیں۔ آپ کے اٹھنے بیٹھنے کے ساتھی بھی آپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ہر ایک منصور کی طرح دین کی خاطر آگ میں کھیلنے لگا ہے۔

23 اپریل امیر المومنین مرحوم کی وفات کا دن ہے۔ آج سے سات سال قبل 23 اپریل 2013 میں ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ علیہ اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اللہ پاک انہیں اپنے جوار رحمت میں خاص رحمت سے نوازے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے تعارف اور زندگی کے دیگر پہلوؤں بارے بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ اس تحریر میں چند گزارشات آپ کی نذر کرتا ہوں۔ مشہور تابعی سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ 'من عرف نفسہ لایضرہ مایقولہ الناس فیہ۔' جس نے خود کو پہچان لیا، اسے لوگوں کی باتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا لگتا ہے مرحوم ملا صاحب خود کو اور اپنے مشن کو بہ خوبی جانتے تھے۔ اس لیے طاقت ور دشمن کے کروز میزائل، بی باون اور بے رحم ڈرون طیارے اور میڈیا کے زہر آلود پروپیگنڈے غیر مؤثر ثابت ہوئے۔

ملا عبدالسلام ضعیف کے مطابق ان میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح مکمل ایمان داری جیسی خصوصیات تھیں۔ انہوں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ امیر المومنین واقعتاً متعدد اوصاف رکھتے تھے۔ انہوں نے خود کو خدا کے قانون کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ پاک نفس انسان تھے۔ ان کی کوئی اخلاقی یا لسانی کمزوری نہیں تھی۔ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتے تھے۔ دھوکے سے نفرت کرتے تھے۔ بے جا اور غیر ضروری بات نہیں کرتے تھے۔ وہ دوسروں کی باتیں غور سے سنتے تھے۔ دوسروں کے ساتھ گفتگو میں جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ وہ وعدے کی مکمل پاس داری کرتے تھے۔ ان کے منہ اور دل کی بات ایک ہوتی تھی۔ وہ نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات سے بہت نفرت کرتے تھے۔ وہ صاف گو انسان تھے۔ وہ خود ظالم تھے اور نہ ہی دوسروں کا ظلم برداشت کرتے تھے۔ وہ مضبوط عزم کے مالک اور ہر کام میں فیصلہ کن اقدامات کرتے تھے۔ ان کے کچھ عجیب کارنامے اور دل چسپ باتیں:

- بی بی سی کے ایک رپورٹر نے ملا صاحب سے پوچھا کہ 'کیا وہ چیچنیا کے مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں؟ کیا ان کی عملی طور پر مدد کریں گے؟

ملا صاحب نے مختصر اور سادہ فہم لہجے میں جامع اور معنی خیز جواب دیا کہ 'ہمارے اپنے پاؤں پائنچے میں بند ہیں۔' یعنی ہمارے اپنے گھر میں بہت مشکلات ہیں۔ ہم اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ دوسرے مسلمانوں خصوصاً چیچن کی مدد کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟

- امیر المومنین کے ایک پرانے دوست کہتے ہیں کہ 'ایک بار ملا صاحب قندھار اپنے دفتر میں تھے۔ انہیں دوپہر کے کھانے کے لیے دنبے کا گوشت پیش کیا گیا۔ ملا صاحب نے کھانا دیکھا تو گہری فکر میں پڑ گئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ فکر مندی کیسی ہے؟ کیا سوچ رہے ہیں؟' ملا صاحب کہنے لگے کہ 'یہ کیسے ممکن ہے؟ مجاہدین اور دوسرے عام لوگوں میں سے شاید بہت کم لوگوں کو ایسا کھانا نصیب ہوتا ہے۔ جب کہ ہم اسے کھا رہے ہیں۔'

ان کے دوست کے مطابق میں نے انہیں نے بتایا کہ مشہور ہندوستانی عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں لکھا ہے کہ 'ان کے لیے صبح کے ناشتے میں ایسا کھانا تیار کیا جاتا تھا، جس پر تب کے پچاس روپے خرچ آتا تھا۔ چوں کہ وہ مسلمانوں کی خدمت کر رہے تھے، اس لیے وہ اس طاقت خیز کھانے کو اپنے لیے مناسب سمجھتے تھے۔ آپ بھی یہ کھانا کھا سکتے ہیں۔ کیوں کہ بہت زیادہ تھکاوٹ آپ کو کمزور کر رہی ہے۔ یہ تھکاوٹ کام انجام دینے میں آپ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ جس سے ملا صاحب کو تسلی ہوگئی۔'

- ملا صاحب کا ڈرائیور کہتا ہے کہ ایک دن ہم میوند کے شہدا کے تاریخی مقبرے پر گئے۔ واپس آرہے تھے تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ اس دوران موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ دور دراز صحرا میں ایک شخص جارہا تھا۔ ملا صاحب

نے جب اسے دیکھا تو کہنے لگے کہ وہ کوئی آدمی جارہا ہے۔ وہ اس تیز بارش میں کیا کرنے جارہا ہے؟ ملاصاحب نے فوراً مجھے گاڑی اس کی طرف موڑنے کا کہا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ کون ہو اور کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں خانہ بدوش ہوں اور اس پہاڑ کے دامن میں ہمارا گھر ہے، وہاں جارہا ہوں۔ ملاصاحب نے کہا آؤ گاڑی میں سوار ہو جاؤ۔ اس تیز بارش میں ہم پہاڑ کے کنارے پہنچ گئے۔ اسے منزل تک پہنچایا۔ ہمیں کیچڑ اور بارش کی وجہ سے واپس آنے میں ایک گھنٹا لگ گیا۔ واپس پہنچتے پہنچتے آدھی رات ہوگئی تھی۔

• امارت اسلامیہ کے دور میں مسافروں سے بھرا ایک ہندوستانی طیارہ اغوا کیا گیا۔ وہ قندھار اور کابل کے ہوائی اڈوں پر محو پرواز تھا اور اترنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ امارت کے اعلیٰ حکام نے امیرالمومنین سے بات کی۔ چوں کہ سب اس کی حقیقت سے بے خبر تھے، اس لیے اس بارے کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ملاصاحب نے رہنماؤں سے مشورہ کر کے کہا کہ 'اسے اجازت دی جائے۔ ہم اپنے ارادوں کو صاف رکھیں گے۔ اگر وہ مسلمان ہوں گے تو ہم اسلامی اخوت اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ان کی مدد کریں گے۔ اگر وہ غیر مسلم ہوں گے تو ہم اپنی انسانی ذمہ داری پوری کریں گے۔ ہم نیک نیت سے یہ کام انجام دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں نقصان کے بجائے وقار اور کامیابی سے سرخ رو کرے گا۔ جب جہاز کو اُترنے کی اجازت دی گئی تو معاملہ افغانوں کی نیک نامی کا باعث بن گیا۔

• اسفندیار ولی کی ایک بات بہت مشہور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے خود مجھے بتایا کہ میں قندھار گیا اور ملا عمر سے ملا۔ میں نے دوپہر کے کھانے کے موقع پر کہا کہ 'ملاصاحب! اگر آپ ڈیورنڈ کا مسئلہ حل کر لیں تو سب مسائل حل ہو جائیں گے۔' کہتے ہیں کہ ملاصاحب نے بلاتوقف فوراً سخت لہجے میں کہا کہ 'اٹھو، فوراً یہاں سے اٹھو! میں دوبارہ آپ سے یہ بات نہ سنوں۔'

• عبدالحکیم مجاہد کے مطابق 'میں نیویارک سے اسامہ بن لادن کے بارے میں کچھ تجاویز لے کر آیا تھا۔ وہ ملاصاحب کے سامنے پیش کیں اور ان سے کہا کہ امریکی دباؤ بڑھتا جارہا ہے۔ ہمیں کوئی راستہ تلاش کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ 'ہم اللہ کے سامنے ذمہ دار ہیں، امریکا کے سامنے نہیں! کابل جا کر دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مل کر ایسی راہ تلاش کریں، جس سے ہمارے مذہب اور ہمارے قومی وقار کو نقصان نہ پہنچے۔ میں آپ سے متفق ہوں۔'

• مزار شرف فتح کرنے کے دوران ایرانی قونصلیٹ میں ملاصاحب کے علم میں لائے بغیر 8 ایرانی سفارت کار مارے گئے۔ اس پر امیرالمومنین نے ایران سے معذرت کی، لیکن ایران معذرت قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ جنگ کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ ملاصاحب نے ریڈیو پر ایران کو مخاطب کر کے کہا کہ مسلمان ایرانی مولویوں کو اسلام میں شامل کرتے ہیں اور نہ ہی کفار انہیں اپنے کفر میں شمار کرتے ہیں۔ اگر ہم پر ایران نے حملہ کیا تو ہماری فوج 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ایرانی حدود میں داخل ہوں گی۔

• ایک محافظ نے عجیب واقعہ سنایا کہ ایک بار قحط سالی کی وجہ سے خانہ بدوش اور ان کے مال مویشی قندھار اور ہلمند کے ریگستانی علاقوں میں پھنس گئے۔ وہ پیاس کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار تھے۔ جب ملاصاحب کو پتا چلا تو انہوں نے فوراً اپنے دوستوں سے کہا چلیں۔ وہاں جاکر خود صورت حال کا جائزہ لیں گے۔ جب وہاں ان لوگوں کی صورت حال کو قریب سے دیکھا تو ان کا حال بہت پریشان کن تھا۔ ملاصاحب خود کچھ خیموں میں گئے اور ان سے بات کی۔ وہ ملاصاحب کو پہچان نہیں سکے۔ ملاصاحب نے قندھار کے گورنر اور ہوائی اڈے کے اعلیٰ عہدے داروں کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کی دیکھ بھال کریں۔ یہ انسانی المیے کا شکار نہ ہو جائیں۔ انہیں ہوائی جہاز اور گاڑیوں کے ذریعے ایسی جگہ لے جائیں، جہاں پانی کی سہولت میسر ہو۔ ٹینکروں میں جانوروں کو پانی پہنچائیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کی اچھی طرح سے خدمت کی گئی۔ انہیں اور ان کے جانوروں کو بچا لیا گیا۔

• متوکل صاحب کہتے ہیں کہ ملاصاحب کو بار بار جہاد میں شہید دائیں آنکھ کے بجائے مصنوعی آنکھ رکھنے کی پیش کش کی گئی تھی۔ ان کا جواب یہ تھا کہ جب میں آخرت میں اللہ کے حضور ایک آنکھ کے ساتھ کھڑا ہوں گا تو کوئی بات نہیں کہ دنیا میں اس کی مخلوق کے سامنے بھی ایک آنکھ سے ملتا رہوں۔

مذکورہ واقعات ملاصاحب کی زندگی اور کردار کی ایک جھلک ہیں۔ اللہ مرحوم رہنما ملاصاحب کو اپنی خصوصی رحمت سے نوازے۔ ان کے اہل خانہ، رشتے داروں، جان نشینوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مجاہدین پر اپنا خصوصی کرم فرمائے۔ آمین

جھوٹے حکمرانوں کا ہر دعویٰ جھوٹا نکلا

جاوید علی خیل

کابل انتظامیہ کے ترجمان، گورنرز اور دیگر اعلی عہدیداروں نے حال ہی میں غیر معیاری جھوٹ کا گراف مزید بلند کر دیا۔ وہ لوگ جو سیاست اور جنگ دونوں ہار چکے ہیں، اب ان کے لئے صرف جھوٹ کا میدان باقی ہے، جس میں وہ زیادہ مہارت اور کافی تجربہ رکھتے ہیں۔

پچھلے کچھ دنوں میں کابل انتظامیہ کے عہدیداروں نے متعدد دعوے کیے لیکن جلد ہی وہ جھوٹ ثابت ہوئے، اور جھوٹے حکام پوری قوم کے سامنے بے نقاب ہوئے۔ ایک بار جب کابل کے شمال میں واقع میر بچہ کوٹ کے علاقے میں نامعلوم افراد نے بجلی کے ٹاور کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا کر تباہ کر دیا جس سے کابل کے کچھ علاقوں کو بجلی کی فراہمی معطل ہو ہوگئی، ایوان صدر کے ترجمانوں نے اس کا الزام طالبان پر لگا دیا۔ لیکن کچھ دن بعد مقامی لوگوں کے تعاون سے بجلی کے ٹاور کو تباہ کرنے والے عناصر کو گرفتار کر لیا گیا، ان میں سے کوئی بھی طالبان یا امارت اسلامیہ سے وابستہ افراد نہیں تھے۔ اس کے بعد بجلی کے کھمبوں پر بار بار حملے ہوتے رہے ہیں۔ پژواک خبر رساں ادارے جس نے بجلی کے ٹاور کو تباہ کرنے والے افراد کے بارے میں سروے کیا ہے، نے کہا ہے کہ 90 فیصد افغانیوں کا خیال ہے کہ بجلی کے کھمبوں کی تباہی ریاستی مافیا کا کام ہے، جو تیل اور گیس فراہم کرتا ہے۔ اس کا مارکیٹ پر کنٹرول ہے یا اس میں وہ سینئر افسران ملوث ہیں جو بجلی کمپنی کے مقروض ہیں اور اب وہ بجلی کمپنی پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں اور ان سے اپنے مطالبات تسلیم کروانا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد ہلمند میں کٹھ پتلی حکام نے دعویٰ کیا کہ طالبان نے ناد علی اور لشکر گاہ کے مابین سڑک کو تباہ کر دیا اور اس کی تعمیر نو کر رہے ہیں۔ تاہم انہوں نے خراب ہونے والی سڑک کی جو تصاویر شائع کی تھیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ سڑک کی تعمیر میں ناقص میٹریل کا استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اس معاملے سے واقف افراد کا یہ بھی کہنا ہے کہ کچھ سال قبل اس علاقے میں طالبان اور افغان فورسز کے درمیان شدید جھڑپیں ہو رہی تھیں اور طالبان کی فرنٹ لائن یہاں موجود تھی اس لئے ہر وقت یہاں فضائی حملے ہوتے تھے جس کے باعث سڑک کو نقصان پہنچا۔

ایوان صدر کے حامیوں کا دوسرا جھوٹا دعویٰ ایک ویڈیو کے بارے میں تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستانی فوجی افغان طالبان کو فوجی تربیت دے رہے ہیں لیکن بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ پاکستانی فوج کے ساتھ نظر آنے والے افراد طالبان نہیں تھے بلکہ اورکزئی ایجنسی سے تعلق رکھنے والے امن لشکر کے مسلح افراد تھے جو پاکستانی فوج کے ساتھ مشترکہ پروگرام میں شریک تھے۔

ایوان صدر کے جھوٹے حکام کا تازہ ترین الزام قندوز کے ضلع خان آباد روڈ پر درختوں کو کاٹنے کے بارے میں تھا۔ اس حوالے سے سوشل میڈیا پر کچھ ایسی تصاویر شائع ہوئیں کہ قندوز کے ضلع خان آباد کی مین شاہراہ پر درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ کابل انتظامیہ کے جھوٹے عہدیداروں نے شور مچایا کہ طالبان نے درختوں کو کاٹ دیا ہے۔ تاہم بعد میں پتہ چلا کہ بجلی کمپنی اور مقامی لوگوں کی درخواست پر درختوں کو کاٹ دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد نے میڈیا کو جاری کردہ پیغام میں کہا کہ قندوز میں بجلی کمپنی کے مطالبہ اور مقامی لوگوں کے تعاون اور اتفاق سے کچھ علاقوں میں درختوں کو کاٹ دیا گیا کیوں کہ اس علاقے میں بجلی کے ٹاور لگائے جا رہے تھے اور درختوں کی وجہ سے بجلی کے ٹاور لگانے میں کارگروں کو مشکلات کا سامنا تھا اس لئے ان درختوں کو کاٹ دیا گیا جس پر کابل حکام کے جھوٹے ترجمانوں اور حامیوں نے واویلا کیا اور زہریلا پروپیگنڈہ کیا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ کابل انتظامیہ کے جھوٹے حکام کتنے جھوٹ بولتے ہیں اور ہر واقعہ کے بعد طالبان پر الزام لگاتے ہیں وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرتے بلکہ طالبان کی کردار کشی کے لئے ہر لمحہ کسی واقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن بہت جلد ان کے جھوٹ بے نقاب ہو کر اصل حقیقت قوم کے سامنے آجاتی ہے، لہذا عوام جھوٹے حکام کے پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں اور جب تک کسی واقعہ کی تحقیق نہ کریں دشمن کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہئے۔

قیدیوں کا تبادلہ اور کابل انتظامیہ کی بدعہدی

سیف العادل احرار

دوحہ معاہدے میں درج ہے کہ دس مارچ کو بین الافغان مذاکرات شروع ہوں گے۔ اس سے قبل طرفین میں چھ ہزار قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے گا۔ معاہدے کے ایک دن بعد اشرف غنی نے قیدیوں کی رہائی سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ قیدیوں کی رہائی ان کی مرضی سے ہوگی، اس میں امریکا کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ جب کہ اشرف غنی نے دو دن بعد امریکا کے دباؤ پر یوٹرن لیتے ہوئے مشروط طور پر قیدیوں کی رہائی کا عندیہ دیا۔ 9 مارچ کو تقریب حلف برداری کے دوران اعلان کیا کہ وہ کل پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی بارے فرمان جاری کریں گے۔

اشرف غنی نے 10 مارچ کو اس حوالے سے صدارتی فرمان جاری کیا کہ پہلے مرحلے میں پندرہ سو قیدی رہا کیے جائیں گے۔ بین الافغان مذاکرات شروع ہونے کے بعد دیگر قیدی رہا ہوں گے۔ اس یوٹرن کے بعد امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو اور زلمے خلیل زاد نے فوری طور پر قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع کرنے پر زور دیا۔ امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ کی تکنیکی ٹیموں نے امریکا، قطر اور ہلال احمر کی موجودگی میں ویڈیو کانفرنس میں قیدیوں کے تبادلے پر تین بار تبادلہ خیال کیا۔ اتفاق رائے کے بعد طالبان نے تین رکنی وفد کابل بھیجا، تاکہ وہ بگرام اور پل چرخی جیلوں میں قیدیوں کی رہائی کے موقع پر ان کی تائید اور توثیق کرے۔ تاہم حسب معمول کابل انتظامیہ کے حکام نے تین رکنی وفد کے سامنے نئے ایجنڈے رکھ کر قیدیوں کی رہائی کے عمل میں تاخیری حربے شروع کر دیے۔ ناجائز ہتھ کنڈوں کے ذریعے ایک ہفتے تک یہ عمل معطل رکھا، جس پر امارت اسلامیہ نے امریکا کے ساتھ دوحہ معاہدے سے متعلق اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ امارت اسلامیہ نے امریکا پر امن معاہدے کی شدید خلاف ورزیوں کا الزام عائد کیا۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے جاری ایک سخت بیان میں کہا گیا ہے کہ وہ اب تک معاہدے کی پابند ہے۔ ہم اس کے تمام مندرجات کی مکمل طور پر پاس داری کی ہے۔ امریکی حکام نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ امارت اسلامیہ نے طے شدہ سمجھوتے پر عمل کیا ہے۔

یہ پہلی مرتبہ ہے کہ طالبان نے امن معاہدے سے متعلق اپنے تحفظات کا کھل کر اظہار کیا ہے۔ تفصیلی بیان میں امارت اسلامیہ کا کہنا تھا کہ معاہدے کی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے بھی توثیق کی تھی۔ دنیا نے اسے سراہا اور اسے افغان تنازع کے حل کے لیے بہترین فریم ورک تصور کیا تھا۔ انہوں نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ وہ فی الفور خود بھی اور اپنے دیگر اتحادیوں (افغان حکومت) کو بھی معاہدے کی مکمل پاس داری کے لیے کہیں اور اپنا وقار مجروح نہ کیا جائے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ افغانوں کے درمیان مذاکرات کی بابت بھی طالبان نے بات چیت کے لیے بار بار آمادگی ظاہر کی، تاکہ ایک دائمی اور پائیدار صلح تک پہنچ پائیں۔ جب کہ یہ عمل بھی کابل انتظامیہ کے مختلف بہانوں کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہے۔ طالبان کی مراد ان کے پانچ ہزار قیدیوں کی افغان جیلوں سے رہائی ہے، جس کے بعد دوحہ معاہدے کے مطابق افغانوں کے درمیان مذاکرات کا عمل شروع ہونا ہے۔ بظاہر طالبان پر دوحہ معاہدے کے بعد بھی حملے جاری رکھنے کے الزام کا جواب دیتے ہوئے امارت اسلامیہ کا کہنا تھا کہ مکمل جنگ بندی کے کسی سمجھوتے پر پہنچنے سے قبل وہ دیہی و شہری علاقوں میں کابل انتظامیہ کے تمام مراکز پر حملے کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اب تک کابل انتظامیہ کے شہروں میں قائم مراکز پر حملے کیے اور نہ ہی بڑے فوجی مراکز کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ صرف دیہی علاقوں میں ان چند چوکیوں پر حملے ہوئے، جن سے عوام کو پریشانی تھی۔ وہ بھی گزشتہ سال کی نسبت بہت کم ہیں۔

البتہ امارت اسلامیہ نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف اپنی چارج شیٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ امریکا اور اس کے اندرونی و بیرونی فوجی اتحادیوں نے ہماری دشمنی میں یہ خلاف ورزیاں کی ہیں:

پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی کا عمل غیر معقول طور پر تاخیر کا شکار ہوا ہے۔

جنگی مقامات سے دور مجاہدین کے مراکز پر لگاتار حملے ہوئے ہیں۔

عام شہریوں سمیت متعدد مقامات پر امریکی اور افغان فوج نے چھاپے مارے ہیں۔

شہری ٹھکانوں پر ڈرون حملے اور بمباریاں ہوئی ہیں۔

ہمارے زیر کنٹرول علاقوں میں پہرا دینے اور راستے پر چلنے والے عام مجاہدین کو ڈرون کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

ہلمند، قندھار، فراہ، قندوز، ننگرہار، پکتیا، بدخشان، بلخ اور دیگر علاقوں میں معاہدے کی متعدد بار خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔ جن کی تفصیلات وقتاً فوقتاً امریکی چینلز سے شیئر ہوئی ہیں۔ امارت اسلامیہ نے شک کا اظہار کیا کہ اگر اس قسم کی خلاف ورزیاں جاری رہیں تو اس سے بداعتمادی کی فضا پیدا ہوگی۔ وہ نہ صرف معاہدے کو نقصان پہنچائے گی، بلکہ مجاہدین کو بھی سخت رد عمل پر مجبور کرتے ہوئے جنگی کیفیت میں اضافے کا سبب بنے گی۔ امارت اسلامیہ کا ایک وفد افغان حکام سے ان کے قیدیوں کی رہائی کے لیے کابل میں موجود ہے، مگر ابھی تک اس میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔

بعض ماہرین نے حیرت کا اظہار کیا ہے کہ اگر طالبان کو حملوں کی اجازت تھی تو پھر 'تشدد میں کمی' پر زور دینا بے جا مطالبہ ہے۔ امارت اسلامیہ نے کابل سے اپنا تین رکنی وفد واپس بلایا تو دو دن بعد کابل حکام نے قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع کر دیا۔ ہر روز سو قیدی رہا کیے جا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ امارت کے وفد کی موجودگی میں قیدیوں کی رہائی کا عمل کیوں شروع نہیں کیا گیا۔ مختلف بہانوں سے امارت کو ناراض کیا، جس پر امارت نے اپنا وفد واپس بلایا اور وفد کی واپسی کے بعد رہائی کا عمل شروع ہوا۔ بعض تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ دراصل ایک منصوبے کے تحت یہ حربہ استعمال کیا گیا، تاکہ وفد کی واپسی کے بعد کابل حکام طالبان قیدیوں کی آڑ میں داعش کے جرائم پیشہ عناصر بھی رہا کریں۔ انسٹیٹیوٹ آف پیس کے سربراہ خلیل صافی نے کہا کہ تین سو طالبان قیدیوں میں داعش کے جنگجو اور دیگر جرائم پیشہ عناصر بھی شامل ہیں۔ اسی لیے کابل حکام نے مختلف بہانوں سے طالبان کو ناراض کر کے وفد کی واپسی کے بعد مطلوبہ افراد کو طالبان قیدی کی آڑ میں رہا کر دیا۔

دوسری جانب امارت اسلامیہ نے بھی قیدیوں کے تبادلے کے سلسلے میں قندھار میں افغان فوج کے 20 اہل کاروں کو رہا کر دیا ہے۔ قندھار میں ہلالِ احمر کے سپرد کیے جانے والے اہل کاروں کو پانچ پانچ ہزار افغانی کرایہ بھی دیا گیا۔ سفید لباس اور سفید ٹوپیوں سے مزین رہا ہونے والے افغان فوج کے اہل کار بظاہر طالبان معلوم ہو رہے تھے۔ وہ نظریاتی لحاظ سے طالبان بن گئے۔ امارت نے ان سے دوبارہ افغان فوج میں شمولیت اختیار نہ کرنے کی کوئی ضمانت نہیں لی۔ کیوں کہ ان کی فکری تربیت ہونے کے بعد وہ پھر کبھی فوج میں دوبارہ شمولیت اختیار کرنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ وہ طالبان کے حسن اخلاق سے انتہائی متاثر تھے۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے زیر انتظام بدنام زمانہ جیلوں سے جو طالبان قیدی رہا کیے جاتے ہیں، ان سے ضمانت لی جاتی ہے کہ وہ دوبارہ محاذ پر نہیں جائیں گے۔ ان مظلوم قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جانے کے بعد بھی کابل حکام ان سے ڈرتے ہیں کہ وہ دوبارہ محاذ پر جائیں گے اور ان کے خلاف لڑیں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ وہ ایک مضبوط عقیدے کی بنیاد پر جہاد کرتے ہیں۔ تاریخ میں یہ بھی درج ہوگا کہ طالبان کی قید سے رہا ہونے والے تمام غیر ملکیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ 2001 میں برطانوی صحافی، امریکی کمانڈر اور حالیہ عرصے میں آسٹریلوی پروفیسر واضح مثالیں ہیں۔

کابل انتظامیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ طالبان چاہتے ہیں کہ ان کے 15 بڑے کمانڈر چھوڑ دیے جائیں، جس پر امارت اسلامیہ نے رد عمل دیا کہ کابل حکام وقت ضائع کر رہے ہیں۔ بی بی سی کے مطابق یہ تعطل ان 15 قیدیوں کی رہائی کی باعث آیا ہے، جنہیں کابل انتظامیہ متعدد بڑے حملوں میں ملوث قرار دیتی ہے۔ اس کے مطابق وہ طالبان کے اہم کمانڈرز ہیں۔ جب کہ طالبان ان کو اپنا ساتھی قرار دیتے ہیں۔ قطر دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے بتایا کہ یہ 15 افراد کوئی طالبان کمانڈر نہیں ہیں۔ ان افراد کا انتخاب اس لیے کیا گیا، کیوں کہ یہ تمام ان جیلوں اور قیدیوں سے مکمل واقف ہیں، جن کی فہرست طالبان نے افغان حکومت کو فراہم کی ہے۔ یہ افراد ان جیلوں میں رہا کیے جانے والے قیدیوں کی نشان دہی کریں گے۔ سہیل شاہین کا کہنا تھا کہ 'وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ پندرہ افراد رہا کیے جائیں۔ یہ افراد ان ٹیکنیکل ٹیموں کے ساتھ رہیں گے اور کام کریں گے۔ تاکہ ان تمام قیدیوں کی صحیح نشان دہی ہو سکے۔' انہوں نے کہا کہ یہ پندرہ افراد گھر نہیں جائیں گے۔ جب کہ دوسری جانب ایسا لگتا ہے کابل انتظامیہ نہیں چاہتی کہ معاہدے پر عمل درآمد ہو اور امن کا قیام بروقت ہو سکے۔

روزہ اور صحّت

شہیدزادہ

اپنے عقیدے پر ثابت قدم وہ لوگ جو اپنے عقیدے کو سچ سمجھتے ہیں اپنے عقیدے اور عقیدے کے مطابق اعمال کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ان کا دفاع کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اپنے دین سے محبت کرنے والے مسلمان بھی ایسے ہیں۔ جتنا شریعت کا علم رکھتے ہیں اتنا ہی اپنے عقائد اور شرعی احکام کا دفاع اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اور اسے اپنے آپ پر دین کا حق قرار دیتے ہیں۔ ہمارے وہ بھائی جو عصری علوم سے باخبر ہیں اور اپنے دین سے محبت رکھتے ہیں، شرعی احکام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ان کی حکمتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جس کے لیے سائنسی علوم سے ان کے دلائل اور غیر مسلم ماہرین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ اسے دین کی بڑی خدمت اور ہمدردی واخلاص سمجھتے ہیں۔

بذات خود یہ بہت اچھا کام ہے۔ اس کے فوائد بھی بہت سے ہیں۔ ایسے مسلمان بھائیوں کے اخلاص پر شکوک کا اظہار بھی نہیں ہونا چاہیے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔ ایک تو اس سے نسبتاً آزاد خیال لوگوں کی عادت بن جاتی ہے کہ وہ شریعت کے ہر حکم کی حکمتیں پیش کرنا لازمی سمجھنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ فکر عام ہونے لگتی ہے کہ شریعت کے احکام ہم اس وقت خود بھی مانیں گے یا لوگوں سے منوائیں گے جب ہمیں اس کی حکمت معلوم ہوگی اور سائنس کی تائید ساتھ ملے گی۔ حالانکہ سائنس خود انسانوں کی اپنی کوششوں، تحقیقات اور تجربات کا نتیجہ ہوتی ہے اور یہ تغیر پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ غلطیوں کے احتمالات رکھتی ہے۔ جبکہ شریعت کے بہت سے احکامات سائنس سے بہت بلند چیز یعنی وحی سے ثابت شدہ ہیں۔ جس میں نہ غلطی کا احتمال ہے اور نہ تغیر کا۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ مسلمان کے عبدیت کی روح مجروح ہوتی ہے۔ عبدیت اور غلامی تو یہ ہے کہ بے چوں وچرا اپنے مالک کا حکم مانا جائے۔ ہم مومن شریعت کے احکامات پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ یہ ہمارے مالک حقیقی کا حکم ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس میں حکمتیں اور دنیاوی منافع ہیں۔ مختصر یہ کہ احکام شریعت کی حکمتوں کا ذکر غلط نہیں مگر یہ وضاحت بھی لازمی ہے کہ شریعت کے احکام حکمتوں کے محتاج بھی نہیں ہیں۔ نہ ان پر عمل اسی لیے کیا جاتا ہے۔ شریعت کے احکام پر عمل عبدیت کا تقاضا ہے۔ یہ حکمت تبدیل اور غلط بھی ہوسکتی ہے مگر شریعت کا حکم غلط نہیں ہوسکتا۔

روزہ شریعت کا ایک اہم ترین حکم ہے اور اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک بڑا رکن ہے۔ ہم اس کی حکمتیں اور طبی فوائد جانتے ہیں۔ مگر ہم اسے بے چوں وچرا صرف اس لیے رکھتے ہیں کہ یہ ہمارے رب کا حکم ہے اور ہم اپنے رب کے غلام ہیں۔ ہم اس کے مکلف ہیں اور خوشی سے رکھتے ہیں۔ ہاں یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں جو انسانوں کے بس سے باہر ہو۔ یا انسانوں کے لیے نقصان دہ ہو۔ اسلام نے اگر اپنے پیروکاروں کو کسی چیز سے منع کیا ہے یا انہیں کسی چیز کا حکم دیا ہے اس میں انسانی معاشرے کی فلاح اور کامیابی ہے۔

روزے کے بارے میں بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ ہوسکتا ہے ہمیں اس کے فوائد کا علم نہ ہو مگر ہمارا یہ ایمان ہے کہ روزہ انسانی صحت کو نقصان نہیں بلکہ بہت سے فائدے پہنچاتا ہے۔ غیر مسلم ماہرین طب نے تحقیقات کے بعد اس کے بہت سے فوائد معلوم بھی کیے ہیں۔ اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں اور طویل وقت کے لیے کھانے پینے سے دوری کو بہت سی بیماریوں میں مفید بھی قرار دیتے ہیں۔

یورپ کے عظیم مفکر پروفیسر آرنلڈ کہتے ہیں: روزہ مسلمانوں کے لیے اہم ترین عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑی قوت بھی ہے۔ جس سے یہ قوم ناقابل تسخیر قوم بن جاتی ہے۔ ایک ماہ مسلسل روزہ انسان کو فاقہ کشی کا عادی بناتا ہے۔ تحمل، صبر اور ذہنی وجسمانی مسائل سے نکلنے کا درس بھی دیتی ہے۔

مشہور امریکی ڈاکٹر جیمس بیلچ کہتے ہیں: روزے کے دوران جسم خوراک کے ہاضمے کے عمل سے فارغ ہوتا ہے تو جسم کے فاسد مادوں کے اخراج میں اسے بہت آسانی ہوتی ہے۔ روزہ جسم کے تمام داخلی اعضاء رئیسہ کو صفائی کا بہترین موقع فراہم کرتی ہے۔

بھارت کے ایک مشہور ڈاکٹر شانتی رکوانی کہتے: روزے کے دوران جسم میں نئی خوراک نہیں جاتی اس لیے جسم میں زہریلے مادے بھی نہیں بنتے تو جگر اچھے طاقت اور آسانی سے جسم میں پہلے سے موجود زہریلے مواد کا اخراج کرتا ہے اور خون کو صاف کرتا ہے۔

ڈاکٹر ژوفرائے نامی ایک کیتھولک عیسائی ہیں۔ وہ روزہ کو ہائبرنیشن کے عمل کی طرح قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ایسے جانور ہیں جو شدید سردی اور نامناسب موسم میں غاروں اور زیر زمین چلے جاتے ہیں۔ طویل عرصے کے لیے وہاں بھوکے رہ جاتے ہیں۔ ہائبرنیشن کا یہ عمل جانوروں کو تروتازہ کرتا ہے۔ نئے موسم کی آمد کے ساتھ جب وہ باہر آتے ہیں تو پہلے سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

اسی طرح برفباری اور خزاں کے دوران درختوں کے پتے گر جاتے ہیں۔

درخت سو جاتے ہیں۔ ریشوں اور پتوں کے راستے ان پر خوراک بند ہوتی ہے۔ یہ درختوں کا روزہ ہوتا ہے۔ انہیں بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسی لیے تو بہار کی آمد سے جب درخت جاگ جاتے ہیں تو ان میں بہت تازگی ہوتی ہے۔

ڈوفرائے کا کہنا ہے کہ انسان کو بھی روزہ بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔ بہت طاقت بخشتا ہے اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ سال میں 40 دن روزہ رکھے۔ ایلن کاٹ ایک انگریز محقق ہے۔ Fasing as a way of Life کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ روزہ نظام ہضم اور اعصاب کو بہت سکون بخشتا ہے۔ مگر اس کے برعکس 24 گھنٹوں کی مسلسل بھوک اور کھانے پینے سے دوری جو انسانوں میں رائج تھی نقصان دہ ہے۔ کیوں کہ 24 گھنٹوں کی بھوک خون میں نمکیات خصوصاً پوٹاشیم کی کمی کا باعث ہوتا ہے۔ کیلوریز میں کمی آتی ہے اور دل کی دھڑکن میں اضافہ ہوتا ہے۔

1994 میں پہلی بار سابلانکا مراکو میں رمضان کے روزے کے بارے میں ایک طبی کانفرنس منعقد کی گئی جس میں دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمانوں اور غیر مسلم محققین نے 50 تحقیقی مقالے پیش کیے۔ ان مقالوں میں سے ایک مقالے میں بھی ایسے الفاظ نہیں آئے جس میں روزے کو صحت کے لیے نقصان دہ قرار دیا گیا ہو۔

ماہرین طب کا کہنا ہے کہ کولسٹرول کو کم کرنے کے لیے روزہ بہترین علاج ہے۔ جو لوگ رمضان میں نارمل کھانا کھاتے ہیں اور اضافی روغن، میٹھا اور چربی نہیں کھاتے تو ایک ماہ کے اندر 14 فیصد خراب کولیسٹرول کم ہوگا اور صحیح کولیسٹرول میں 12 فیصد اضافہ ہوگا۔ اسی طرح ٹرائی گلسرائڈ میں بھی 30 فیصد کمی ہوگی۔ ان کا کہنا ہے کہ دل کے مریضوں کے لیے روزہ بہت مفید ہے۔

دلچسپ بات تو یہ ہے کہ غیر مسلم کو آج سائنس کے ذریعے روزے کے فوائد معلوم ہو رہے ہیں اور وہ انہیں تسلیم کر رہا ہے۔ مسلمان 14 صدیوں سے ہر سال ایک مہینے روزہ رکھ رہے ہیں اور فرض کے ساتھ نفلی روزوں کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

گرمی کے روزوں میں جو لوگ پیدل چلتے ہیں یا مشقت کے کام کرتے ہیں ان کا جسم پسینہ بھی خارج کرتا ہے جس سے جسم کے مضر اجزاء کے ساتھ جسم کا پانی بھی کم ہونے لگتا ہے۔ اس لیے افطاری میں تازہ پھل کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ اس سے جسم کا پانی پورا ہوتا ہے اور پیاس ختم ہوتی ہے۔

دہی بھی پیاس کو ختم کرتا ہے اس لیے سحری میں اس کا استعمال مفید ہے۔ جسم کا وزن کم کرنا بھی روزے کا ایک طبی فائدہ ہے۔ مگر یاد رہے یہ فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب سحری و افطاری میں کھانے میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ سادہ کھانا کھائیں۔ تازہ پھل اور دہی اس میں شامل ہو۔ کباب، پکوڑہ اور سموسے جیسی تلی ہوئی چیزوں سے خود کو بچائیں۔

افطاری کی طرح سحری میں بھی کھجوروں کا کھانا مفید ہوتا ہے کیوں کہ کھجوروں میں کیلوریز، شکر اور حیاتین بہت بڑی مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس لیے روزے کی حالت میں ہونے والے ضعف کا بہت اچھا ازالہ کرتا ہے۔ زیادہ نہیں تو تین تین دانے کھانا بھی بہت مفید ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سحری کے بعد اور عصر کے وقت معدے کے جوش اور تیزابیت کی شکایت کرتے ہیں، یہ عموماً ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مصالحہ دار کھانوں، چائے، گیسی مشروبات (کولڈ ڈرنکس) کے عادی ہوتے ہیں۔

ان کا بہترین علاج یہ ہے کہ رمضان میں کولڈ ڈرنکس پینا بالکل چھوڑ دیں۔ اپنی خوراک سادہ رکھیں۔ چائے کا استعمال بہت کم کردیں اور پانی کا استعمال زیادہ کردیں۔ کچھ لوگوں کو رمضان میں جسم کے درد کی شکایت ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے جسم کے جوڑ بہت سخت ہوں۔ جسم میں پانی، نمکیات، خصوصاً پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم کی کمی اس کا اصل باعث ہے۔ تازہ پھل، کھجور اور کچھ سبزیاں اس کمی کو پورا کرسکتی ہیں اور اس درد کا خاتمہ کرسکتی ہیں۔

روزے میں کچھ لوگوں کو قبض کی شکایت رہتی ہے جس کی وجہ کھانے میں بے احتیاطی ہے۔ سادہ کھانا، تازہ پھل اور کچھ اور پکی سبزیاں، پانی کا زیادہ استعمال، سحری و افطاری میں چھلکے کا پینا، کباب، گوشت، دال اور دیگر اناج، پکوڑوں اور سموسوں جیسی تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز اس کا اصل علاج ہے۔

ابتدائی روزوں میں بہت سے لوگوں کو سر درد کی بھی شکایت رہتی ہے۔ یہ بھی تشویش کی بات نہیں۔ کھانے اور نیند کے اوقات میں تبدیلی سے سر درد کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اسی طرح چائے یا دیگر مشروبات زیادہ پینے سے سر درد کا ہونا بھی فطری امر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگ رمضان سے چند دن قبل ان مشروبات کا استعمال کم کردیں۔ نیند کی کمی بھی سر درد کا باعث ہوسکتی ہے۔ نیند پوری کرکے بھی اس مسئلے کا حل کیا جاسکتا ہے۔

شوگر کے مریضوں کے لیے روزہ دیگر لوگوں کی بنسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ جو لوگ سحری میں کھانا کم کھاتے ہیں یا محنت مشقت والے کام کرتے ہیں ان کے جسم میں کیلوریز کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ کیلوریز کی کمی شوگر کی کمی کا باعث ہوسکتا ہے۔ اس سے گرنے اور بے ہوش ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جسم کے دیگر اعضا پر اس کے اثرات پڑنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے خوراک، دوا اور انسولین کی مقدار کے حوالے سے ڈاکٹر سے رجوع کرکے اس کی ہدایات پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح گردوں کے مریض کو بھی چاہیے اپنے مسلمان ماہر معالج سے رابطہ کرکے اس کی ہدایت پر عمل کرے۔

افغان فوجی کے نام

کفایت اللہ شہاب

تم ایک بار خود سے پوچھ تو لو کہ کون ہو؟ کس وطن کے بیٹے ہو؟ کس کے لیے اور کس کے خلاف لڑ رہے ہو؟ اقتدار کے ہوس کاروں، مادہ پرستوں اور امریکی غلاموں نے تمہیں خیالی نعرہ دیا ہے۔ اب تک اپنی اقتدار کے دفاع کے لیے بھی ایسے ہی تیار رہے ہو؟ کیا تمہارے زیر قبضہ علاقوں میں چوری، زنا، لواطت، اخلاقی فساد، اغوا اور دیگر مظالم نہیں ہو رہے؟ کیا اقتدار کے بھوکے تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر رہے؟ اب تک کسی ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دے سکے ہو؟

اے امریکی کٹھ پتلی انتظامیہ کے فوجی! اگر تم ذرا سی بھی سمجھ بوجھ رکھتے ہو تو خود کو اپنے شرم ناک انجام سے بچاؤ۔ تم جن سیاست دانوں کے اقتدار کی بقا کے لیے لڑ رہے ہو، اگر کل انہیں امریکی امداد نہ ملے تو وہ سب بیرون ملک بھاگ جائیں گے۔ تم یہیں اپنی قوم کے پاس شرمندہ رہ جاؤ گے۔ تمہارے سارے آقاؤں نے بارہا اعتراف کیا ہے کہ افغان فوجی بیرونی قوتوں کے تحفظ اور راحت کے لیے افغانستان میں لڑ رہے ہیں۔ یہ بے وقوف مخلص ہیں۔ کیوں کہ اپنے وطن کی تباہی کی قیمت پر استعماری طاقتوں کے تحفظ کے لیے قربانی دے رہے ہیں۔

تم نے عوام کا قتل عام اپنے ذمے لے لیا ہے۔ خود سوچو، تمہاری لڑائی اور سرفروشی کس کے لیے ہے؟ تم نے دیکھ لیا ہے کہ تمہارے کمانڈروں نے تمہارے مورچے اور پوسٹ کے ساتھی کی ہلاکت پر اس کی بیوہ سے روٹی کے بدلے جنسی بھوک مٹانے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کا شور میڈیا پر بھی اٹھا تھا۔ یہی ان کی وفاداری اور تمہارے خون کی قدردانی ہے؟ عالمی قوتوں نے تو ویسے بھی 18 سال تک تمہارے کندھے پر بندوق رکھ کر چلائی اور اپنے غلیظ مقاصد حاصل کیے۔ تمہاری دوستی میں ہی ہزاروں افغان فوجیوں اور بچوں کو شہید کر دیا گیا۔ مغرب سے آئے ہوئے تمہارے رہنماؤں نے تمہیں ذلیل کیا اور انہیں اکبر خان، جان محمد خان اور دیگر ایوارڈز سے نوازا۔

تمہیں خبر ہے کہ تمہارے آقاؤں نے تمہاری جاسوسی کے ذریعے کتنے ہی بے گناہ معصوم افغانوں کے گھروں پر آدھی رات کو چھاپے مارے۔ ان کے پھول جیسے بچوں کو شہید کیا۔ کیا تمہیں زنگاوات، نوزاد، جغتو، گیزاب اور دیگر علاقوں میں نیٹو فوج کے ہاتھوں عوامی قتل عام بھول گیا؟ اس پر تمہارے آقاؤں کو بڑے عہدے ملے تھے۔ تم ان کے لیے جاسوسی کے کام انجام دیتے رہے یا راستوں کی سکیورٹی کا کام کرتے رہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے سامنے تمہارے مقدسات کی توہین کی گئی۔ تمہیں تمہارے آقا مجبور کرتے رہے کہ انہیں سلام کرو۔ کیا تمہیں بھول گیا کہ جب تمہارے مورچے اور پوسٹ کے ساتھیوں پر بمباریاں ہوئیں اور تمہارے آقاؤں نے تمہیں کہا اس کی پروا مت کرو۔

اے فوجی! تمہیں 19 سالوں تک مظلوم مسلمان ہم وطنوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اب بھی استعمال ہو رہے ہو۔ ایک روٹی اور دس ہزار تنخواہ کے بدلے تم سے اپنے ہم وطنوں کو شہید کروانے کا کام لیا جا رہا ہے۔ ہر دن تمہیں نیا نعرہ اور جذبہ دیا جاتا ہے کہ تم یہاں جمہوریت اور غلام نظام کے محافظ ہو۔ یہاں تم کفار کے دشمنوں سے لڑ رہے ہو اور ان کی فکر کی ترویج کے لیے کام کر رہے ہو۔ اب بس کر دو!

اپنا مقصد پہچانو۔ اپنے دوست دشمن کی پہچان کرو۔ خود پر اور خاندان پر رحم کرو۔ اللہ تعالی کے دین اور افغان عوام کی دشمنی سے باز آ جاؤ۔

مغرب اور دیگر کفریہ ممالک سے آئے گمراہ، بے راہ رو اور کفر کے وفادار جاسوسوں اور جارحیت کے مزدوروں کی ہوس اور اقتدار کے لیے خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ یہ جاسوس اور مزدور کب تک تمہارا ساتھ دیں گے؟ آخر انگریزوں اور روسیوں کی طرح یہ لوگ بھی تمہیں قوم کی عدالت میں چھوڑ کر کفریہ ممالک میں جا بسیں گے۔

قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹ کون

بشیر ارمان

دوحامیں 29 فروری کوامارت اور امریکا کے درمیان ہونے والے معاہدے میں واضح طور پر اس بات کا ذکر ہے کہ 'معاہدے کی تاریخ کے دس دن بعد طالبان کے 5 ہزار قیدی رہاکیے جائیں گے، تاکہ بین الافغانی مذاکرات کے لیے راہ ہموار ہو۔' امریکا نے معاہدے کی خلاف ورزی کی، بلکہ امریکا کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے جیلوں میں طالبان قیدیوں کا جینا حرام کر دیا ہے۔ آئے روز ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ بلاوجہ تشدد، غیر معیاری کھانا، علاج کی سہولیات سے محرومی روز کا معمول بن گیا ہے، جس سے قیدیوں نے تنگ آکر بھوک ہڑتال شروع کر دی۔

امریکا نے اس ذمہ داری سے جان چھڑانے کے لیے کہا کہ قیدیوں کا معاملہ طالبان اور کابل انتظامیہ کا باہمی مسئلہ ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ کابل انتظامیہ اپنے فیصلوں میں کتنی خود مختار ہے۔ کابل میں بیٹھے کٹھ پتلی صدر اشرف غنی کی حیثیت ایک عام امریکی سپاہی کے سامنے بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ اس کے سامنے بھی لب کھول نہیں سکتے۔ کیا وہ امریکا کے فیصلے کو چیلنج کر سکتے ہیں؟! دراصل امریکا قیدیوں کی رہائی نہیں چاہتا۔ وہ کیے گئے معاہدے سے روگردانی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اگر اسے معاہدے کی فکر ہوتی تو آج 5 ہزار قیدی رہا ہو چکے ہوتے۔ بین الافغانی مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

سیاسی تجزیہ کار بھی امریکا کو معاہدے کی پاسداری نہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ وہ امریکا پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ افغانستان میں قیام امن کے لیے مخلصانہ کردار ادا کرتے ہوئے قطر معاہدے کے مطابق قیدیوں کی رہائی کا وعدہ پورا کرے۔ واضح بات ہے کہ معاہدے پر عمل نہ کرنے سے امریکا کی حیثیت داغ دار ہوتی ہے۔ اس پر سوالات اٹھائے جا سکتے ہیں۔ اس لیے جتنا جلدی ممکن ہو، امریکا کیے گئے معاہدے کے مطابق قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ شروع کرے۔ دوسری جانب امریکا طالبان سے جنگ بندی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ حتی کہ ابھی تک امریکا نے معاہدے کے مطابق حملے بند نہیں کیے، اس کے باوجود امریکی ایلچی زلمے خلیل زاد نیٹو کی ایک کانفرنس میں امارت اسلامیہ سے جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

حالاں کہ انہی خلیل زاد نے امریکی نمائندگی میں معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ خلیل زاد ٹرمپ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ ہم کس منہ سے طالبان سے جنگ بندی کا مطالبہ کریں؟ اگر ہم واقعی جنگ بندی چاہتے ہیں تو پھر قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹ کیوں ہیں؟ دراصل امریکا نہیں چاہتا کہ افغانستان میں امن قائم ہو۔

ایک طرف امریکا طالبان سے جنگ بندی کی اپیل کرتا ہے، جب کہ دوسری جانب امریکی فورسز کا سربراہ اسکاٹ میلر شمالی افغانستان کا دورہ کر کے جنگی آپریشن کا معائنہ کرتا اور طالبان کے خلاف جاری کارروائیوں کا جائزہ لیتا ہے۔ وہ علاقے میں اپنی فورسز کو طالبان کے خلاف آپریشنز کی ہدایات دیتا ہے۔ طالبان اب بھی اپنے موقف پر قائم ہیں کہ وہ بین الافغان مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ البتہ اس سے قبل معاہدے کے مطابق 5 ہزار قیدیوں کی رہائی ضروری ہے۔ امریکا ایسے حساس وقت میں طالبان قیدیوں کو رہا کرنے سے انکاری ہے، جہاں پوری دنیا کو کرونا وائرس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور یہ وبا افغانستان کی جیلوں میں بھی پہنچ چکی ہے۔ جہاں کابل کی پل چرخی جیل میں ایک طالب قیدی اس وبا کے باعث انتقال کر گیا ہے۔ جیلوں میں موجود قیدی اس وبا سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ وہ سیکڑوں کی تعداد میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ وہ اکٹھے کھاتے پیتے ہیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ہدایات کے مطابق اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو ایک ساتھ رکھنے سے انسانی المیہ جنم لے سکتا ہے۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق افغانستان کی جیلوں میں 46 افراد کا کرونا ٹیسٹ مثبت آیا ہے۔ اسی لیے ہم قیدیوں کی رہائی کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ انسانی جان کا مسئلہ ہے، اسے سیاست کی نذر نہیں ہونا چاہیے۔ اقوام متحدہ کو اس بارے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

امریکا سمیت انسانی حقوق کی تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ اس ممکنہ بحران سے قبل قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ خدانخواستہ قیدیوں کو کچھ ہوا تو اس کا ذمہ دار امریکا ہوگا۔ پھر امریکا جھوٹے دلائل سے اس کا دفاع نہیں کر سکے گا۔ طالبان کا یہ موقف نہایت معقول اور بجا ہے کہ وہ قیدیوں کی رہائی کے بغیر مذاکرات کے لیے اور نہ جنگ بندی کے لیے ہیں۔ امریکا کی منافقت بے نقاب ہو گئی ہے۔ دنیا کے سامنے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ امریکا سفارتی اصولوں کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کو عوام جان چکے ہیں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ صدر اشرف غنی کی حیثیت ایک کٹھ پتلی کی ہے۔ وہ امریکا کے ہر مطالبے پر سر تسلیم خم کرنے کے لیے منصب پر بیٹھے ہیں۔ افغانستان کے قیدیوں کا مسئلہ امریکا کے ہاتھ میں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اگر امریکا معاہدے پر عمل درآمد میں پس وپیش کر رہا ہے تو امارت اسلامیہ سیاسی، صحافتی اور خصوصاً جہادی میدان کو مزید گرم کر دے۔ امریکا کی عقل ٹھکانے لگانے کے لیے یہ سب سے بہتر حل ہے۔

قیدیوں کی رہائی کا ذمہ دار کون

سیف العادل احرار

امریکہ اور طالبان کے درمیان ہونے والے تاریخی معاہدے کے تحت امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی پر اتفاق ہوا ہے جس کے بعد بین الافغان مذاکرات شروع ہوں گے، لیکن اب بظاہر کابل حکام قیدیوں کی رہائی کی راہ میں مسلسل روڑے اٹکا رہے ہیں اور امریکی دباو کے بعد انہوں نے قیدیوں کی مشروط رہائی کا حکم جاری کیا اور اب تک ایک ہزار کے قریب قیدی رہا ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ پندرہ سو قیدیوں کی رہائی تک جاری رہے گا تاہم معاہدے کے مطابق دس مارچ تک تمام قیدی رہا نہیں ہوئے، قیدیوں کی رہائی میں اگرچہ کابل حکام رکاوٹ ہیں لیکن اس کا اصل ذمہ دار امریکہ ہے کیوں کہ امریکہ کی عسکری اسٹیبلشمنٹ کابل انتظامیہ کی پشت پر کھڑی ہے۔ امریکی وزارت خارجہ اور زلمی خلیل زاد قیدیوں کی رہائی کے عمل کو تیز کرنے کے لئے کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس حوالے سے چندروز قبل قطر کے دارالحکومت دوحہ میں محترم ملا برادر اخوند کے ساتھ زلمی خلیل زاد اور اسکاٹ میلر نے ملاقات کی اور قیدیوں کی عدم رہائی پر ملا برادر اخوند نے ان کے سامنے معاہدے کی خلاف ورزی کی طویل فہرست رکھ دی جس پر امریکی وفد نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ کابل حکام کے درمیان شدید اختلافات اور ملک میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے قیدیوں کی رہائی کا معاملہ اب تک معاہدے کے مطابق حل نہیں ہوا ہے اور اس میں بہت کم پیشرفت ہوئی ہے۔ امریکہ کے وزیر دفاع نے بھی گزشتہ روز کہا کہ قیدیوں کے تبادلے کا عمل تیز کرنا چاہئے، ہم طالبان اور کابل حکام کے ساتھ رابطے میں ہیں اور کوشش کریں گے کہ جلد از جلد قیدیوں کی رہائی اور بین الافغان مذاکرات کے لئے راہ ہموار کر سکیں۔

قطر دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے بھی گزشتہ روز ایک ٹویٹ کے ذریعے اعلان کیا کہ قیدیوں کی رہائی کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن یہ عمل سست روی کا شکار ہے اور کورونا وائرس کے خطرے کی وجہ سے اس کو تیز کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بین الافغان مذاکرات کے لئے بھی جلد راہ ہموار ہو سکے۔ مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیر محمد عباس ستانکزئی نے بھی خبردار کیا کہ جب تک پانچ ہزار قیدی رہا نہیں کئے جائیں گے تب تک بین الافغان مذاکرات شروع نہیں ہوں گے، اس کا مطلب ہے کہ طالبان نے قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے ایک اصولی موقف اختیار کیا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ طالبان جب ایک موقف اختیار کریں گے تو وہ کسی صورت میں بھی اپنے موقف پر سمجھوتہ نہیں کریں گے لہذا یہ امر ضروری ہے کہ جب تک پانچ ہزار قیدی رہا نہیں ہوں گے، بین الافغان مذاکرات شروع نہیں ہوں گے۔

کابل حکام نے ایک بار پھر الزام عائد کیا کہ طالبان کی جانب سے فراہم کردہ لسٹ میں چیچن، ازبک، چین کے یغور اور پاکستان کے لوگ شامل ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ کابل حکام میں شامل اکثر غیر سنجیدہ لوگ ہیں جو غیر معقول الزامات لگاتے ہیں، سنجیدہ لوگ جب الزام تراشی کرتے ہیں تو کچھ معقولیت کے ساتھ اور دلیل کی بنیاد پر مخالفت کرتے ہیں، ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کابل حکام طالبان قیدیوں میں کسی ایک غیر ملکی کا نام میڈیا کے سامنے پیش کریں۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ نے جو لسٹ فراہم کی ہے اس میں تمام قیدیوں کے نام، ولدیت، صوبہ،

ضلع اور گاوں کا نام، گرفتاری کی تاریخ اور مقام سمیت تمام تفصیلات موجود ہیں۔

کابل انتظامیہ کے حامی نام نہاد دانشور اور تجزیہ کار طالبان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ امریکی افواج اپنے ٹھکانوں میں محفوظ ہیں، طالبان ان پر حملے نہیں کرتے ہیں جب کہ اپنے مسلمان افغان بھائیوں کو نشانہ بناتے ہیں، جس پر خود طالبان بھی کنفوژن کا شکار ہیں اور دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ طالبان جنگ بندی کیوں نہیں کرتے ہیں، کم از کم ماہ مقدس میں جنگ بندی کا اعلان کریں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ امارت اسلامیہ کی قیادت کرنے والے مغرب سے آئے ہوئے سیکولر اور روس نواز کمونسٹ رہنما نہیں ہیں بلکہ ملک کے جید علماء کرام اور شیوخ عظام ہیں جو امارت کی قیادت کر رہے ہیں وہ چالیس سال بحرانوں اور جنگوں کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام اور ملک و قوم کے بہتر مفاد میں فیصلے کرتے ہیں۔ چونکہ امریکہ کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق طالبان اس معاہدے پر عمل درآمد کے پابند ہیں جب کہ کابل حکام کے ساتھ اب تک کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے اور نہ ہی دوحہ معاہدے میں طالبان نے یہ عہد کیا ہے کہ وہ افغان فورسز پر حملے نہیں کریں گے یا جنگ بندی کریں گے۔ کچھ منفی عناصر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ طالبان کیوں افغان فورسز پر حملے کرتے ہیں؟ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ امارت اسلامیہ کے جہاد کے دو اہم مقاصد تھے، ملک کی آزادی اور اسلامی نظام کا نفاذ، چونکہ ملک کی آزادی اور امریکی جارحیت کے خاتمے کے لئے امریکہ کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اب بھی برسرپیکار ہیں اور جب تک ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوگا اور اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور نہیں ہوں گی تب تک جہاد جاری رہے گا اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے جہاد قانونی اور شرعی لحاظ سے جائز ہے اور علماء کرام نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

طالبان کے ساتھ افغان اہل کاروں کے ایسے قیدی بھی موجود ہیں جنہیں افغان وزارت دفاع نے مردہ قرار دیا ہے اور ان کی لاشیں بھی ان کے اہل خانہ کے سپرد کی گئی ہیں، ان کی تدفین کی گئی ہیں اور ان کی فاتحہ خوانی بھی ہو چکی ہے، کابل حکام کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے کتنے اہل کار قیدی اور کتنے داعش کے خلاف جنگ میں لقمہ اجل بن گئے ہیں، کابل حکام کو یہ بھی خوف ہے کہ جو افغان اہل کار رہا ہوں گے وہ طالبان بن گئے ہیں، افغان حکام نے اپنے قیدیوں سے متعلق طالبان کو جو لسٹ فراہم کی ہے ان میں ایسے قیدیوں کے نام بھی شامل ہیں جو داعش کے ساتھ جھڑپوں میں ہلاک ہو گئے ہیں۔

قیدیوں کو رہا نہ کرنا اشرف غنی کی ذہنی بیماری، انانیت، سنگ دلی اور قوم کے ساتھ دشمنی کا اظہار ہے، لیکن ایک اور ذات بھی ہے جو سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اس کی پکڑ بہت سخت ہے، طالبان نے اب تک 140 کے قریب سیکورٹی فورسز کے اہل کار رہا کر دیے ہیں اور رہائی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا، امید ہے کہ معاہدے کے مطابق قیدیوں کی رہائی کا عمل مزید تیز ہوگا، یہ امر قابل ذکر ہے کہ طالبان نے امریکہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور قیدی بھی امریکہ ہی رہا کرے گا، کابل حکام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ قیدی رہا کریں، جب پانچ ہزار قیدی رہا ہو جائیں گے اس کے بعد امارت اسلامیہ اور تمام افغانوں کے درمیان بین الافغان مذاکرات کا نیا دور شروع ہوگا اور مذاکرات کے اس نئے دور کے ساتھ ہی کابل حکام کے اقتدار کا زوال بھی شروع ہو جائے گا اس لئے وہ قیدیوں کی رہائی کے عمل میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ تمام قیدی بتدریج رہا ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ اور جو قیدی اب تک رہا ہو چکے ہیں انہیں اور ان کے اہل خانہ اور امارت کی قیادت کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جنگی جرائم مارچ 2020

سید سعید

5 مارچ 2020 کو افغان فورسز نے صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ آتش کے گاؤں چکہ کے قریب ایک شخص کو شہید کر دیا۔ 8 تاریخ کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے گاؤں عمر خیل میں افغان فورسز کی گولہ باری سے سات شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ 9 تاریخ کو صوبہ پکتیکا کے مرکز شرنی شہر میں پولیس اہل کاروں نے ایک طالب علم 'محمد غوث ولد محمد عمر' کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ 10 تاریخ کو صوبہ پکتیکا کے ضلع جانی خیل کے علاقے زیڑی میں افغان فوج نے دو شہریوں (باپ اور بیٹے) کو شہید کر دیا۔ جب کہ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج میں مقامی فورسز نے ایک معمر شخص 'عبدالظاہر آکا' کو شہید کر دیا۔

12 تاریخ کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے قلعہ ولی میں پولیس کی اندھا دھند فائرنگ سے ایک شہری شہید ہو گیا۔ جب کہ 15 مارچ کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے کہنہ قلعہ میں افغان فورسز کی گولہ باری سے تین خواتین زخمی ہو گئیں۔ اسی دن صوبہ پروان کے ضلع بگرام کے علاقے پنج قلعہ میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہو گیا، جسے آگ لگا دی گئی۔ جب کہ صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے ماتکی میں افغان فوجیوں کے حملے میں دو معصوم بچے 'عبداللطیف اور عبدالقہار مدرسہ جا رہے تھے، انہیں راستے میں شہید کر دیا گیا۔

16 مارچ کو صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے لمن میں کمانڈر موزیگی نے ایک شہری 'بوستان ولد میٹھا خان' کو شہید کر دیا گیا۔ اسی دن صوبہ بدخشاں کے ضلع وردج کے علاقے غنی میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک کسان شہید اور اس کا والد زخمی ہو گیا۔ اگلے دن صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے توت مزار میں افغان فورسز کے فضائی اور راکٹ حملوں میں دس عام شہری شہید اور دو خواتین زخمی ہو گئیں۔

20 مارچ کو صوبہ بادغیس کے ضلع مقر کے علاقے چشمہ دوزک میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے دو تاجر 'تازہ گل اور عبدالرحمن' شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے یکہ توت میں کابل انتظامیہ کے طیاروں نے ایک شہری 'عبدالرشید' کے گھر پر بمباری کی، جس سے اس کے خاندان کے گیارہ افراد شہید اور چار زخمی ہو گئے۔ جب کہ کچھ مکانات کو بھی نقصان پہنچا۔ اسی طرح صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے علاقے تاجک قشلاق میں افغان فوج کی بمباری سے چار شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے علاقے بخاری قلعہ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے چار مرد اور خواتین زخمی ہو گئیں۔

23 مارچ کو صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ کی وادی سالاب میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک چرواہا شہید ہو گیا۔ جب کہ صوبہ فاریاب کے ضلع دولت آباد کے علاقے فیروزہ میں افغان فورسز کی فائرنگ کے ایک واقعے میں ایک گھر کو نقصان پہنچا اور ایک خاتون شہید اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

25 مارچ کو صوبہ بادغیس کے ضلع بالا مرغاب کے علاقے بازار میں افغان فورسز کی گولہ باری سے ایک شہری شہید ہو گیا۔ اسی طرح افغان فوجیوں نے صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے عیسیٰ خیل کے قریب ایک چلتی گاڑی کو نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں دو شہری شہید اور ایک بچہ اور دو خواتین زخمی ہو گئیں۔ اگلے دن صوبہ غزنی میں کابل - قندھار قومی شاہراہ پر نوگی کے علاقے میں افغان فورسز نے فائرنگ کر کے دو شہریوں کو شہید کر دیا۔ اسی طرح علاقے کے گوریان کے مقام پر بھی پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شخص امیر محمد شہید ہو گیا۔

29 مارچ کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے علاقے بخاری قلعہ میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک دس سالہ معصوم بچہ شہید ہو گیا۔ جب کہ 30 مارچ کو صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ کے علاقے حاجی آباد میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہو گئیں۔ اسی طرح صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ کے علاقے رہین میں افغان فورسز کی گولہ باری سے ایک مکان تباہ ہو گیا، جس میں ایک خاتون شہید اور دو بچے اور دو خواتین زخمی ہو گئیں۔

31 مارچ کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے شیوان میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شخص 'تور جان آکا' شہید ہو گیا۔ جب کہ صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے محب خیل میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور ایک زخمی ہو گئیں۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

افغانستان مارچ 2020 میں

احمد قاری

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اگرچہ امن معاہدے کے باعث مارچ میں مجاہدین کے حملوں میں کمی آئی ہے، تاہم مجاہدین نے کئی حوالوں سے نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مثلاً عسکری محاذ پر صوبہ بدخشان کے ضلع یمگان کی فتح، امریکی فوج کے انخلا کا باقاعدہ آغاز، اسی طرح سیاسی میدان میں عالمی برداری کے نمائندوں کی ملاقاتیں اور قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے پیش رفت قابل ذکر معاملات ہیں۔

امریکی فوج کو پہنچنے والے نقصانات:

امن معاہدہ کے تحت امریکا کے فوجی اڈوں پر حملے روک دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے مارچ دوران فوج کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔ البتہ 3 مارچ کو برطانوی میڈیا نے ایک خبر شائع کی کہ پچھلے مہینے میں افغان جنگ سے واپس آنے والے پانچ فوجیوں نے خودکشی کرلی ہے۔

کابل انتظامیہ کے نقصانات:

مجاہدین کے حملوں میں کمی کے باوجود افغان فورسز کی ہلاکتوں کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے۔ اگرچہ ان کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد کا پتا نہیں چل سکا، البتہ بطور مثال چند واقعات قابل ذکر ہیں:

8 مارچ کو صوبہ لوگر کی صوبائی کونسل کا ایک رکن ہلاک ہوگیا۔ 27 مارچ کو صوبہ تخار کے دارالحکومت میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا۔ اس میں عملے سمیت سوار تمام اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 30 مارچ کو صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب میں ایک رابطہ کار سپاہی نے اپنے نو ساتھیوں کو ہلاک کیا، جب کہ 31 مارچ کو سلامتی کونسل کا عہدے دار کابل میں مارا گیا۔ اس کے علاوہ مجاہدین کے حملوں میں بڑی تعداد میں افغان اہل کار مارے گئے ہیں۔

نہتے شہریوں کے نقصانات:

مارچ میں عام شہریوں کی ہلاکتیں بھی کم ہو گئیں۔ امریکی فوج نے امن معاہدے کے تحت نہتے شہریوں پر جبر و تشدد کا سلسلہ بند کر دیا ہے، تاہم کابل انتظامیہ کی سفاک فورسز نے جبر و ستم کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ اس کی بے رحمانہ کارروائیوں میں نہتے شہریوں کو نقصان ہوا ہے، جس کی مختصر تفصیل ذیل میں درج ہے:

16 مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں پولیس کی فائرنگ سے دو بچے شہید ہوگئے۔ اسی دن قندوز کے ضلع خان آباد میں افغان فورسز کے ہاتھوں دس افراد شہید اور دو خواتین زخمی ہوگئیں۔ 28 مارچ کو سفاک فورسز نے ہلمند کے ضلع مارجہ میں عام لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارا اور لوگوں کو جانی نقصان پہنچایا۔ امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ان واقعات، حملوں اور شہری ہلاکتوں کی مکمل رپورٹ دیکھی جاسکتی ہے۔

سرنڈر ہونا:

14 مارچ کو امارت اسلامیہ نے خبر شائع کی کہ فروری میں دشمن کے 700 اہل کاروں نے ہتھیار ڈالے تھے۔ 29 فروری کو امریکا کے ساتھ جارحیت کے خاتمے کے معاہدے کے بعد افغان اہل کاروں کی جانب سے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ مزید تیز ہوا ہے۔ اس سلسلے میں 2 مارچ کو صوبہ بلخ کے مختلف اضلاع میں 47 اہل کار سرنڈ ہوئے۔ 10 مارچ کو صوبہ لغمان میں دو کمانڈروں سمیت 17 اہل کاروں نے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا۔

11 مارچ کو سلفی مسلک کے اہم علمائے کرام نے امارت اسلامیہ کی بیعت کرنے کا اعلان کیا اور انہوں نے داعش کو فتنہ قرار دیا۔ 17 مارچ کو لغمان اور ننگرہار صوبوں میں افغان فورسز کے 32 اہل کار اور 22 مارچ کو مرکزی بغلان میں 22 اہل کار مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ 23 مارچ کو امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر مزدور انتظامیہ کے جوانوں سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک بیان جاری کیا کہ

افغان فورسز کو چاہیے وہ اپنے مستقبل پر غور کرے۔ دوسروں کے اقتدار کی بقا کے لیے اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے گریز کرے۔ 27مارچ کو صوبہ غور کے ضلع شہرک میں کابل انتظامیہ کے 75 فوجی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اگلے روز صوبہ بلخ میں کابل انتظامیہ کے 29 سپاہیوں نے ہتھیار ڈال کر مجاہدین میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اسی طرح صوبہ لغمان اور بغلان میں بھی مجاہدین نے 100اہل کاروں کے سرنڈر ہونے کی خبر شائع کی۔

الفتح آپریشن:

امن معاہدے کے باوجود افغان فورسز کے خلاف مجاہدین کی کارروائیاں جاری ہیں۔ مارچ میں بھی مجاہدین نے دشمن کے فوجی اڈوں اور چوکیوں پر سیکڑوں چھوٹے اور بڑے حملے کیے۔ ان سے دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچا۔ مثلاً 4مارچ کو صوبہ قندوز میں واقع دشمن کے اڈے پر حملہ کیا گیا، جس میں 19 فوجی ہلاک ہوئے۔ 14 مارچ کو امارت اسلامیہ نے ایک اعلامیہ جاری کیا، جس کے مطابق صوبہ کنڑ سے داعش کا مکمل صفایا کر دیا گیا ہے۔ 16مارچ کو صوبہ بدخشان کے ضلع یمگان فتح کرنے کا اعلان کیا اور اگلے روز صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار پر بھی مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔

امن معاہدہ:

29فروری کو امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان امن معاہدہ ہوا، جس کے مطابق 10مارچ تک امارت اسلامیہ کے پانچ ہزار قیدیوں کو امریکا کی نگرانی میں رہا کیا جائے گا۔ جب کہ یکم مارچ کو اشرف غنی نے اعلان کیا کہ وہ اس معاہدے کی تعمیل نہیں کریں گے۔ چناں چہ انہوں نے 7مارچ کو امریکی دباؤ پر اعلان کیا کہ ایک شفاف عمل کے ذریعے طالبان قیدیوں کی رہائی عمل میں لائی جائے گی۔ انہوں نے 11 مارچ کو پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا، جن کے مندرجات امن معاہدے سے مکمل متصادم تھے۔ اس لیے امارت اسلامیہ نے اسے مسترد کر دیا۔

22مارچ کو امارت اسلامیہ کے قیدیوں کی رہائی کے نمائندوں نے پہلی بار قیدیوں کے بارے میں کابل انتظامیہ کے نمائندوں سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے تکنیکی مسائل پر گفتگو کی۔ 25مارچ کو سیاسی دفتر کے ترجمان جناب سہیل شاہین نے اعلان کیا کہ 31مارچ سے قیدیوں کی رہائی کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اسی دن کابل انتظامیہ نے بین الافغان مذاکرات کے لیے ٹیم کا اعلان کیا۔ 28مارچ کو امارت اسلامیہ نے تین رکنی وفد کابل بھیجنے کا اعلان کیا۔ 31مارچ کو مذکورہ وفد کابل پہنچا۔ 3مارچ کو صدر ٹرمپ نے امارت اسلامیہ افغانستان کے نائب سربراہ محترم ملا برادر اخوند سے ٹیلیفونک گفتگو کی۔ انہوں نے امن معاہدے پر عمل درآمد یقینی بنانے اور افغانستان سے تمام فوج کے انخلا کے عہد کا اعادہ کیا۔

امریکی فوج کے انخلا کا آغاز:

قابض فوج کے انخلا کے معاہدے کے بعد 3مارچ کو امریکی وزیر دفاع نے اپنی فوجوں کے انخلا کا حکم دیا۔ 6مارچ کو ٹرمپ نے کہا کہ امریکی فوج کے انخلا کے بعد کابل انتظامیہ کے خاتمے کا امکان ہے۔ 9مارچ کو امریکی فوج کی واپسی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جس کے تحت پہلا گروپ افغانستان سے نکل گیا۔ 11مارچ کو برطانیہ نے اعلان کیا کہ گرمی کی آمد سے قبل افغانستان سے اپنی فوج کا تیسرا حصہ واپس بلایا جائے گا۔ 25مارچ کو جرمنی نے بھی اعلان کیا کہ مختصر عرصے میں اپنی فوج کی تعداد کم کریں گے۔ 30مارچ کو میڈیا نے افغانستان سے قابض فوج کے مزید پانچ سو فوجیوں کی واپسی کی خبر شائع کی۔

کابل انتظامیہ اور دو صدر:

9مارچ کو اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ نے دو مختلف صدارتی تقاریب کا انعقاد کیا۔ 24مارچ کو امریکی وزیر خارجہ نے ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کی، لیکن وہ کوششیں کامیاب نہیں ہوئی۔ وہ کابل سے مایوس لوٹ گئے۔ بعدازاں انہوں نے کابل انتظامیہ کے ساتھ مالی امداد میں سے ایک ارب ڈالر کی کٹوتی کا اعلان کر دیا۔ 28مارچ کو سابق امریکی سفارت کار نے کہا کہ ایک ارب ڈالر امداد کی کٹوتی سے کابل انتظامیہ کا انجام بھی ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومت جیسا ہوگا۔

مارچ 2020ء میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				ملیشیوں کی اموات	ملیشیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	140		0		294	41	28	1	1	
-2	ہلمند	248		0		238	422	66	13	44	
-3	زابل	43		0		98	9	9	3	2	
-4	روزگان	57		6		137	20	11	0	8	
-5	ہرات	74		0		70	70	14	4	7	
-6	فراہ	54		0		31	31	14	3	6	
-7	بادغیس	32		0		49	17	5	4	8	
-8	نیمروز	31		0		25	7	2	0	0	
-9	غور	12		0		45	48	3	1	2	
-10	فاریاب	44		0		31	51	4	2	2	
-11	کونڑ	2		0		0	1	0	0	0	
-12	نورستان	1				2	1	0	0	0	
-13	غزنی	38		2		68	25	4	0	0	
-14	خوست	15		0		16	10	4	0	0	
-15	میدان وردگ	58		0		70	29	9	0	0	
-16	لوگر	42		0		73	23	13	0	0	
-17	کاپیسا	26		0		31	20	2	0	0	
-18	پکتیا	40		0		67	22	6	0	0	
-19	پکتیکا	6		4		12	2	2	0	0	
-20	ننگرہار	40		0		38	46	7	0	0	
-21	لغمان	25		0		31	20	5	0	0	
-22	کابل	16		0		9	10	6	0	0	
-23	پروان	5		0		4	5	2	0	0	
-24	قندوز	40		5		112	79	13	0	0	
-25	بغلان	19		0		35	29	1	1	0	
-26	تخار	6		0		28	20	7	0	0	
-27	سمنگان	2		0		2	2	0	0	0	
-28	بدخشان	16		0		53	17	1	0	0	
-29	جوزجان	21		0		35	30	1	0	0	
-30	بلخ	92		1		150	99	55	2	2	
-31	بامیان	0				0	0	0	0	0	
-32	سرپل	20		0		27	38	9	0	0	
-33	دای کنڈی	5				6	11	0	0	0	
-34	پنجشیر	0				0	0	0	0	0	
	مجموعہ	853	0	18		1887	1255	303	34	82	

فرمانِ امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ مؤمن ملت کے مختلف طبقات علماء کرام، قومی عمائدین، بااثر شخصیات، دانشور، اساتذہ، طلبہ اور عام عوام سے مطالبہ کرتی ہے، جیسا کہ جارحیت کے خاتمہ کے عمل میں بھرپور اخلاص اور اپنے مجاہد بھائیو کیساتھ کھڑے ہوئے، اسی طرح داخلی موضوعات کے حل کی راہ میں بھی اپنے اتحاد اور تعاون کو جاری رکھیں، تاکہ یہ مرحلہ بھی کامیابی کے منزل تک پہنچ جائے اور افغانستان منصفانہ اسلامی نظام اور صلح سے لطف اندوز ہو جائے۔

حق کے پاسباں

حق کے پاسباں تھے مُلّاعُمَرؒ
عظیم انساں تھے مُلّاعُمَرؒ

برحق مجاہد، متقی، زاھد
مردِ میداں تھے مُلّاعُمَرؒ

ولیِ کامل، عمرِ ثالث تھے
عادل سُلطاں تھے مُلّاعُمَرؒ

کافروظالم طاغوت کے سامنے
تیراور کماں تھے مُلّاعُمَرؒ

باطل کے سامنے جھکے نہ بکے
مضبوط چٹّاں تھے مُلّاعُمَرؒ

جس نے اسلام کا پرچم لہرایا
دین پہ قرباں تھے مُلّاعُمَرؒ

مردِ قلندر، ہمارا رَہبر
عالی ذیشاں تھے مُلّاعُمَرؒ

"عقابی" روح نے فلک کو چوما
رب کے مہماں تھے مُلّاعُمَرؒ

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine